تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن

المنار

جرمنی

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن

دسمبر 2011

المنار

جرمنی

اُردو سیکشن

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	ارشاد باری تعالیٰ و حدیث نبوی ﷺ	1
2	ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	2
3	پیش لفظ	3
4	اداریہ	5
5	اعلان تقرر عہدیداران	
6	سالانہ فنکشن 2011 پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب	9
7	معاونین کے لئے دعا	14
8	اولوالعزمی کی بے مثال داستان	15
9	کالج کے طلباء اور اساتذہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا تاریخی خطاب	16
10	نظم محمد اسحاق اطہر	21
11	نظم راجہ محمد یوسف	22
12	نظم محمد شریف خالد۔ جرمنی	23
13	نظم منور احمد باجوہ	24
14	نظم لئیق احمد عابد	25
15	جرمنی سیکشن	-
16	نادر تصاویر	-
17	انگریزی سیکشن	-

ارشاد باری تعالیٰ

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۣاِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جب وہ اسے نصیحت کر رہا تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا۔ یقیناً شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی۔ اُس کی ماں نے اُسے کمزوری پر کمزوری میں اُٹھائے رکھا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں (مکمل) ہوا۔ (اُسے ہم نے یہ تاکیدی نصیحت کی) کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے

(لقمان: آیت 15-14)

حدیث نبوی ﷺ

أُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ

ترجمہ

علم حاصل کرو خواہ تمہیں اس کے لئے چین جانا پڑے

(سلسلہ الأحاديث الضعيفة باب 416 جلد 1 صفحہ 603)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب تعلیم الاسلام کالج شروع کرنے کا فیصلہ فرمایا تو اس کے افتتاح کے لئے پہلے مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۰۳ کا دن مقرر ہوا تھا مگر حضرت اقدس کی ناسازی طبع کے باعث مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۳ کو قرار پایا۔ اس روز صبح ساڑھے چھ بجے کے بعد احاطہ سکول میں بورڈنگ ہاؤس اور اس کے درمیانی میدان میں ایک شامیانہ لگایا گیا۔ مگر حضور اس روز بھی خرابی صحت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور اپنی طرف سے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کو اپنا پیغام دے کر بھجوایا۔ اس میں فرمایا:

"میں اس وقت بیمار ہوں حتیٰ کہ چلنے سے بھی معذور ہوں لیکن وہاں حاضر ہونے سے بہت بہتر کام یہاں کر سکتا ہوں۔ کہ ادھر جس وقت افتتاح کا جلسہ ہو گا۔ میں بیت الدعا میں جا کر دعا کروں گا"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کی خوش قسمتی ہے کہ اسے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہر قدم پر رہنمائی حاصل رہتی ہے۔ خدا کرے ہم اس بابرکت شفقت کی قدر کرنے والے ہوں اور حضور کی ہدایات پر عمل کرنے میں ہم سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو۔

مورخہ ۲۴ ستمبر ۲۰۱۱ کو جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہماری درخواست کو شرف قبولیت فرماتے ہوئے ہمارے سالانہ get together میں تشریف لائے تو علاوہ اور امور کے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمیں المنار کا بھی اجراء کرنا چاہئے۔ حضور کی اس ہدایت کی روشنی میں یہ رسالہ تین زبانوں میں پیش خدمت ہے۔ جرمن زبان کے لئے تو حضور اقدس نے خاص تاکید فرمائی تھی۔ اردو اور انگریزی المنار کی مادری زبانیں ہیں۔

المنار کے سب سے پہلے ایڈیٹر برادرم محترم امام بشیر احمد صاحب رفیق نے مجھے بتایا کہ شروع میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ کی ہدایت پر کالج میگزین شروع کیا گیا تو اس کا نام Young Economist رکھا گیا تھا اور محترم چوہدری حمید اللہ صاحب (حال وکیل اعلیٰ تحریک جدید) اس کے انگریزی حصہ کے اور محترم بشیر احمد صاحب رفیق اردو کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ بعد میں رسالہ کا نام المنار تجویز ہوا۔ اساتذہ کرام جن کی نگرانی میں المنار شروع ہوا وہ محترم پروفیسر اخوند محمد عبد القادر مرحوم اور محترم پروفیسر شیخ محبوب عالم خالد مرحوم تھے۔ بعد میں مکرم کنور ادریس صاحب اور مکرم مطیع اللہ درد صاحبان بھی انگریزی اور اردو کے سٹوڈنٹ ایڈیٹر رہے۔ اور اس کے بعد ہر سال یہ ٹیمیں تبدیل ہوتی رہیں۔ کئی سال خاکسار حمید احمد کو بھی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد نے المنار کے انگریزی حصہ کے سٹاف انچارج کی ذمہ داری سونپی۔ میرے وقت میں جو اس وقت کے طلباء المنار کے ایڈیٹر رہے ان میں مکرم عطاء المجیب۔ نعیم عثمان نوری مرحوم۔ رفعت اللہ خان۔ طاہر عارف۔ ارشد ترمذی۔ منور احمد انیس۔ خلیل الرحمان مرحوم۔ عبد البصیر حئی۔ مبارک احمد عابد۔ ہدایت اللہ ہادی۔ محمد ظفر اللہ۔ منیر الحق شاہد۔ محمد سمیع طاہر۔ ظہیر الدین منصور احمد۔ حسن مسٹن آف ماریشس۔ نظام الدین بدھن۔ پرویز قاسم حسین۔ مبارک احمد سیف صاحبان کے نام مجھے یاد ہیں۔۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نام ہیں جو اس وقت میرے ذہن میں نہیں آرہے۔ محترم بشیر احمد صاحب رفیق نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن کے لئے اس زمانہ کے کالج کے مفصل حالات لکھنے کی کوشش کریں گے۔

اس موجودہ ایڈیشن میں ہم المنار کے پرانے پرچوں سے بعض مضامین آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں جن کی دلچسپی اور افادیت کا اندازہ ان کو پڑھ کر ہو سکے گا اور آپ میں سے بعض کی ان وقتوں کی یادیں تازہ ہو جائیں گی۔ آئندہ یہ رسالہ آپکے تعاون کا محتاج رہے گا۔ اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کو کماحقہ پورا کرنے کے لئے آپ آئندہ المنار میں اپنا حصہ ڈلتے رہنے کا تہیہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ حضور کے ارشاد کے بعد میں اس رسالہ کی تیاری کے سلسلہ میں بہت فکر مند تھا اور چونکہ اس کا معتدبہ حصہ اردو میں ہونا تھا یہاں جرمنی میں اس کا بندوبست بہت مشکل نظر آرہا تھا۔ میں اپنے بہت ہی پیارے دوست مکرم و محترم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید کا بے حد ممنون

ہوں جن کی خدمت میں میں نے جب اس فکر کا اظہار کیا تو انہوں نے فورا میرا یہ بوجھ خود اٹھا لیا اور فرمایا کہ رسالہ کا جو material ہے ان کی خدمت میں بھجوا دوں وہ ربوہ میں تیار کرا دیں گے۔ مکرم چوہدری صاحب عمر بھر میرے محسن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت و عمر میں برکت دے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مکرم چوہدری صاحب نے میرا رابطہ مکرم کلیم احمد قریشی صاحب سے کروا دیا جن کی لیاقت۔ محنت اور محبت نے میرے اس خواب کو تعبیر بخشی۔ میں ان کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے نہایت دل لگی سے دن رات محنت کر کے المنار کو اس قابل بنا دیا کہ ہم اسے سال کے اختتام سے پہلے آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ مکرم قریشی کلیم احمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

خاکسار

(حمید احمد چوہدری)

اداریہ

امسال ۲۴ ستمبر کو ایسوسی ایشن کے سالانہ ڈنر کی تقریب میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے متوجہ فرمایا کہ جرمنی سے المنار کا اجراء کیا جائے۔ سو المنار کا پہلا شمارہ پیش خدمت ہے۔

کسی بھی رسالہ کی تدوین و اشاعت اتنا آسان کام نہیں لیکن ہماری یہ کوشش تھی کہ حضور کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے سال کے اختتام سے قبل اس کام کا آغاز کر دیں جس کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری 2012-2014 مدت کے لئے منتخب ہونے والے عہدیداران کی ہوگی۔

ممکن ہے رسالہ کا معیار یا اس کی ظاہری بود و باش سے آپ مطمئن نہ ہوں لیکن امید ہے وقت کے ساتھ ساتھ یہ مراحل بھی طے ہوتے رہیں گے۔ کالج کا ماٹو علم و عمل تھا۔ ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھتے وقت ہی یہ امر پیش نظر تھا کہ کالج کے علمی و دینی ماحول نے ہمیں جو تشخص دیا اس سے نہ صرف اپنی آئندہ نسلوں کو باخبر رکھا جائے بلکہ دور رس نتائج کی حامل روایات سے ہمارے بچے بھی رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔ اس تمنا کا ذکر حضور کے خطوط اور ارشادات میں بھی ہمیں ملتا ہے۔ مستقبل میں انہی خطوط پر المنار کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ بنانے کی کوشش کی جانی چاہئے۔ المنار کے صفحات ایسوسی ایشن کے ممبران کی طرف سے کی جانے والی قلمی کاوشوں کے لئے حاضر ہیں۔ رسالہ کی بہتری کے لئے تجاویز کا بھی خیر مقدم کیا جائے گا

مجلس ادارت

برائے رابطہ

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن جرمنی سے رابطہ کے لئے مندرجہ ذیل نمبر نوٹ فرمالیں۔ المنار جرمنی پڑھنے کے بعد اپنی آراء سے ضرور نوازیں جو رسالہ کو بہتر بنانے میں مفید ثابت ہونگی۔ انشاءاللہ

صدر: 069-547995 سیکریٹری: 069-40154284

سیکریٹری مال: 069-519774 سیکریٹری تجنید: 069-5482618

اعلان تقرر عہدیداران

مورخہ ۱۱۔دسمبر ۲۰۱۱ کو بیت السبوح فرانکفورٹ میں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کی جنرل میٹنگ میں درج ذیل دوستوں کو یکم جنوری ۲۰۱۲ سے شروع ہونے والی تین سالہ نئی ٹرم کے لئے ایسوسی ایشن کی خدمت کرنے کے لئے منتخب کیا گیا :

صدر: پروفیسر چوہدری حمید احمد

سیکریٹری: مکرم چوہدری انیس احمد صاحب

سیکریٹری مال: مکرم منور احمد باجوہ صاحب

سیکریٹری ضیافت: مکرم سعید احمد ناز صاحب

سیکریٹری تجنید: مکرم عبدالحنان ڈوگر صاحب

سیکریٹری اشاعت: مکرم حمید احمد خالد صاحب

ان کے علاوہ درج ذیل دوستوں کو ممبران advisory committee منتخب کیا گیا:

مکرم داؤد احمد چیمہ صاحب

مکرم عبدالشکور بھٹی صاحب

مکرم شیخ منصور احمد صاحب

مکرم محمد عاقل خان صاحب

مکرم عرفان احمد خان صاحب

دعا ہے اللہ تعالیٰ عہدیداران کو خلوص نیت سے مقبول خدمت میں توفیق دے۔آمین

****

سالانہ رپورٹ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کی گار کردگی کی سالانہ رپورٹ جو مورخہ ۲۴ ستمبر ۲۰۱۱ کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی موجودگی میں صدر ایسوسی ایشن نے پیش کی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری حاصل کر کے ایسوسی ایشن کی بنیاد ۱۲ جولائی ۲۰۰۵ کو رکھی گئی۔اب یہ اپنی حیات کے چھ سال پورے کر چکی ہے۔ ۱۲جون ۲۰۰۶ وہ خوش نصیب دن تھا جب کالج کے سابق طلباء کو حضور کے ساتھ پہلی بار مل بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ آج حضور نے ہمیں دوسری بار اس اعزاز سے نوازا ہے۔الحمد للہ۔

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اپنے رجسٹرشدہ آئین کے مطابق ہر تین سال بعد اپنے عہدیداروں کا چناؤ کرتی ہے۔دوسری ٹرم کے عہدیداروں کی معیاد اس سال ۳۱ دسمبر کو ختم ہو رہی ہے۔ان چھ سالوں میں ہماری پالیسی رہی کہ ہر سال کم از کم ایک سالانہ ڈنر اور عام اجلاس منعقد کیا جائے۔ حضور کی نصیحت کے مطابق تمام تقاریب میں بچوں کو ساتھ لے کر آنے کی تحریک کی جاتی رہی تا وہ بھی اپنے اباواجداد کی سیرت۔ سبق آموز اور مشعل راہ واقعات سے آگاہی حاصل کریں۔ افسوس ہے بچوں کی حاضری حوصلہ افزاء نہیں رہی۔

جماعت کی اہم شخصیات جو بطور مہمان ہم سے مخاطب ہو چکی ہیں ان میں محترم و معظم چوہدری حمید اللہ صاحب۔ محترم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب۔ مکرم مجیب الرحمان صاحب ایڈووکیٹ۔ مکرم شیخ مظفر احمد صاحب ایڈووکیٹ۔ مکرم چوہدری انور احمد کاہلوں مرحوم۔ مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین۔ مکرم عطاء المجیب راشد۔ مکر منیر الدین شمس۔ مکرم چوہدری عبد العزیز ڈوگر۔ مکرم چوہدری لطیف احمد جھمٹ شامل ہیں۔

کالج کے اساتذہ جو اپنی ذات میں بے نفس۔ منکسر المزاج اور سادہ طبع کے مالک تھے ان کی یاد میں اہم تقریب منعقد کی گئی جس میں گیارہ مضامین پڑھے گئے۔ جن اساتذہ کرام کے احسانوں کا ذکر خیر کیا گیا ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد رحمہ اللہ۔ حضرت قاضی محمد اسلم صاحب۔ پروفیسر میاں عطاء الرحمان صاحب۔ پروفیسر بشارت الرحمان صاحب۔ پروفیسر چوہدری محمد شریف خالد صاحب۔ پروفیسر نصیر احمد خان صاحب۔ پروفیسر چوہدری محمد شریف خالد صاحب۔ پروفیسر محبوب عالم خالد صاحب شامل ہیں۔ مضمون نگاروں یا مقررین میں مکرم بشیر احمد رفیق۔ مکرم پرویز پروازی۔ مکرم ہدایت اللہ ہادی۔ مکرم ذکریا ورک۔ مکرم ڈاکٹر عبد الرحمان بھٹہ۔ مکرم فضل الہٰی انوری اور مکرم محمد احمد انور شامل تھی۔ ان میں سے بہت سا مواد کالج کی ویب سائٹ پر موجود ہے جو www.ticollegerabwah.com پر دیکھی جا سکتی ہے۔ ہماری ویب سائٹ مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ پوری دنیا سے سابق طلباء کے خطوط متواتر آتے رہتے ہیں جن میں سے بعض ویب سائٹ پر لگا دئے جاتے ہیں۔ ویب سائٹ کے ۳۸ سیکشن ہیں۔ کالج کے قیام کی تاریخ۔ غرض و غایت۔ اساتذہ کرام۔ کالج کی یادیں۔ پیغامات۔ سوسائٹیز۔ سپورٹس اور کلبز۔ ٹیوٹوریل سسٹم ۔ فضل عمر ہوسٹل ۔ٹک شاپ۔ ہماری ایسوسی ایشن کی activities وغیرہ وغیرہ۔ ویب سائٹ پوری دینا میں رہنے والے اولڈ سٹوڈنٹس کے درمیان رابطے کا کام کر رہی ہے۔ ویب سائٹ پر کی جانے والی تمام تر محنت محترم پروفیسر حمید احمد چوہدری کے کارہائے نمایاں ہے۔

اسی عرصہ میں ہمارے دو پیارے دوست مرزا محمود احمد اور شریف الرحمان ہم سے جدا ہوئے۔ ان کی رحلت پر تعزیتی

اجلاس منعقد کئے گئے۔ دو احمدی شعراء کی کتب کی تقریب پذیرائی بھی کروائی گئی۔
جون ۲۰۰۷ میں حضور اقدس کی منظوری سے نظارت تعلیم کی معرفت دس طلباء کی امداد کے لئے وظائف کی سکیم شروع کی گئی۔ ناظر صاحب تعلیم نے اس وقت ایک وظیفہ کی رقم کا اندازہ 15000 ,--روپیہ سالانہ بتایا اس لئے اسی سال سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کی رقم نظارت تعلیم کو باقاعدگی سے بھجوائی جارہی ہے۔ محترم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب بہت فکر مندی سے یہ رقم جمع کرنے کے لئے دوستوں سے رابطہ کرتے رہتے ہیں۔ نمایاں عطیہ دینے والوں میں مکرم چوہدری داؤد احمد چیمہ۔ مکرم میاں اعجاز احمد۔ مکرم حبیب اللہ طارق۔ مکرم چوہدری داؤد احمد کاہلوں (جو خاص شکریہ اور دعاؤں کے مستحق ہیں کیونکہ وہ ہمارے سابق طالب علم بھی نہیں) مکرم شیخ منصور احمد۔ مکرم عبدالشکور بھٹی۔ مکرم سعید احمد ناز۔ مکرم انیس احمد شامل ہیں۔

(نوٹ۔ اس سال سے یہ رقم خدا کے فضل سے دوگنی کردی گئے ہے۔ حمید احمد چوہدری)

سالانہ فنکشن 2011 پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

ایک لمبے عرصے سے کہ جب سے اس ایسوسی ایشن کا آغاز ہوا اس کے بعد جب بھی میرا جرمنی کا دورہ ہوتا تھا تو مکرم عرفان خان صاحب کی طرف سے اور چوہدری حمید صاحب کی طرف سے ہمیشہ یہی مطالبہ ہوتا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ ایک میٹنگ کرنا چاہتے ہیں، اکٹھے ہونا چاہتے ہیں، Get Together کرنا چاہتے ہیں، لیکن بہر حال بعض وجوہات کی وجہ سے، مصروفیات کی وجہ سے وقت نہیں ملتا رہا، آخر آج انہوں نے مجھے قابو کر لیا ہے اور کیونکہ اس دفعہ کچھ نسبتاً کمبا دورہ تھا اس لیے کسی قسم کا عذر نہیں تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

ایسوسی ایشن کو قائم ہوئے چھ سال ہو گئے ہیں۔ انسانی زندگی کے لحاظ سے تو یہ ابھی نوزائیدہ بچہ کی طرح تھی جو چند مہینے کا ہوتا ہے جو تین چار سال تک Infant کہلاتا ہے بلکہ اس سے نکل کے اب بچپنے میں تو داخل ہو گئی ہے لیکن یہ بچپنا ان لوگوں کا ہے جن کی داڑھیاں بھی سفید ہو چکی ہیں۔ اس لئے آپ کا جو معیار ہے وہ بچپنے کا معیار نہیں رہنا چاہیئے بلکہ اس چھ سال میں آپ کو بہت آگے بڑھ جانا چاہیئے تھا، گویا یہ کہہ لیں کہ بوڑھے لوگوں کی ایک تنظیم کا ابتدائی دور ہے یا بوڑھے لوگوں کا بچپنا ہے اور اللہ کے فضل سے اس وقت یہاں جو بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے فضل الٰہی انوری صاحب شاید طالبِ علم رہے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ سب سے بڑی عمر کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ذہنی لحاظ سے بالکل Alert ہیں۔ تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آپ لوگ اس عمر کو پہنچ گئے ہیں جس کا قرآنِ کریم میں ارذل العمر کا بیان ہوا ہے کہ انسان جب ایسی عمر کو پہنچ جاتا ہے، جہاں پھر بچپنے کی طرف واپسی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض کام جو ہونے چاہیئے تھے جیسا کہ انہوں نے رپورٹ میں کہا اور جو وعدے تھے جو جذبہ تھا اس کو قائم نہیں رکھا جا سکا اور نہ صدر نہ انتظامیہ قائم رکھ سکتی ہے جب تک ہر ممبر میں ایک جوش اور جذبہ نہ ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

تعلیم الاسلام کالج ایک وہ درسگاہ تھی جب تک جماعت کے پاس رہی اور خاص طور پر اس زمانہ کے لوگ جنہوں نے حضرت خلیفہ المسیح الثالث کے دور میں اس میں وقت گزارا کہ کس طرح ماں سے بڑھ کر اس درسگاہ نے ہمیں سنبھالا۔ پس اس درسگاہ کا یہ حق بنتا ہے کہ اس میں پڑھنے والے طلباء جنہوں نے اس کے نام پر ایک ایسوسی ایشن قائم کی ہے اس کی لاج رکھتے ہوئے جو بھی منصوبے آپ نے بتائے ہیں اس کے پورا کرنے میں بھرپور کردار ادا کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

عرفان صاحب سے میں پوچھ رہا تھا ان کے مطابق تو یہاں ٹی آئی کالج کے پڑھے ہوئے جتنے لوگ ہیں، سٹوڈنٹس ہیں، انہوں نے ابھی پوری طرح ممبر شپ بھی نہیں لی اور جو ممبر ہیں وہ بھی اس طرح Active نہیں جس طرح سے ہونے چاہئیں۔ آپ اس ایسوسی ایشن کے بنانے میں Pioneer ہیں اور آپ کی دیکھا دیکھی یو۔کے میں بھی ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔ یو۔کے میں پہلے کچھ قائم ہوئی پھر اس کا بھی وہی حال ہوا، سال دو سال بننے کے بعد Dormant ہو گئی۔ پھر نئے سرے سے ان کو جوش آیا اور آج سے دو سال پہلے جو دوبارہ جوش ان کو آیا تو اس میں

بعض کام انہوں نے بڑے اچھے کئے ہیں۔ اسی طرح امریکہ میں اسی طرح کینیڈا میں تو سب لوگ آپ کی دیکھا دیکھی ایسوسی ایشن قائم کرنا چاہتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

پس یہ شکوہ جو انتظامیہ کو اپنے ممبران سے ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں تبھی ہم اس ایسوسی ایشن کو اس نہج پہ چلا سکتے ہیں، ان مقاصد کو پورا کر سکتے ہیں، جس کے لئے آپ نے یہ ایسوسی ایشن بنائی ہے۔ اگر تو صرف Get Together ہے تو پھر تو سال میں ایک دفعہ پانچ دس یورو Contribute کرکے آپ ایک دعوت کر سکتے ہیں اور دو چار شعر سنائے، کچھ باتیں کیں، کچھ کہانیاں سنیں، کچھ سنائیں اور مجلس برخاست ہو گئی تو اس کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ فائدہ تو تبھی ہے جب کسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے آپ اس ایسوسی ایشن کو ذریعہ بنائیں اور آپ کے مقاصد ایسے تھے جو شروع میں بیان کئے گئے۔ جس جذبہ کے ساتھ یہ ایسوسی ایشن شروع کی گئی میرا خیال تھا کہ انشاء اللہ اچھا کردار ادا کریں گے۔ ایک تو Organize ہو کے، کالج کی ایک انفرادیت قائم ہو جائے گی۔ آپ کے بچوں کو بھی پتہ لگے گا کہ ہم لوگ کس طرح اپنی اس درس گاہ کی روایت کی حفاظت کرنے والے ہیں جس نے ہمیں ماں کی طرح پالا اور کیا کیا ذمہ داریاں ہمارے پہ ہیں جن کو ہم نے پورا کرنا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

عرفان صاحب نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ باوجود اس کہ کے ہماری توجہ دلانے کے کہ بچوں کو ساتھ لے کے آئیں، نہیں آتے رہے، لیکن آج جو مجھے نوجوان چہرے نظر آرہے ہیں اگر وہ یہاں پر، خود اپنی مرضی سے آئے ہوئے بچے نہیں ہیں اور نوجوان نہیں ہیں اور Old Students کے بچے ہی ہیں تو ان نوجوانوں کی تعداد مجھے بوڑھوں سے زیادہ نظر آرہی ہے۔ پرانے طلباء سے زیادہ نظر آرہی ہے۔ پس ان میں شوق پیدا کرنے کے لئے ان کی پسند کے بھی کوئی پروگرام بنانے چاہئیں تاکہ ان کو بھی احساس رہے کہ جو نیکیاں ہمارے بڑوں نے جاری رکھنے کا عہد کیا اس کو ہم نے بھی پورا کرتے رہنا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

چوہدری حمید صاحب نے بتایا اسی طرح عرفان صاحب نے بھی رپورٹ میں پیش کیا کہ نظارت تعلیم کو بچوں کی فیس کے لئے آپ نے ایک وظیفہ مقرر کیا تھا دس طلباء کو ہم خرچ دیں گے آپ کو باہر رہتے ہوئے یہ اندازہ نہیں جیسا کہ چوہدری حمید صاحب نے بھی بیان کیا کہ شاید دگنی فیس ہو گئی ہو، ان ملکوں میں رہتے ہوئے جب آپ دیکھتے ہیں Inflation rate اتنا بڑھ گیا ہے تو جو غریب ملک ہیں اور خاص طور پر پاکستان جیسا ملک جہاں ارباب حکومت جو ہیں ان کا کام صرف اپنی جیبیں بھرنا اور قوم کے خزانے خالی کرنا ہے، کوئی توجہ نہیں دیتا ہے، وہاں تو Economy کا بہت برا حال ہے اور وہی بچہ عام پرائمری سکول میں جس کا خرچ آج سے چھ سات سال پہلے دس سال پہلے زیادہ سے زیادہ پانچ چھ سو روپے ہوا کرتا تھا وہ آج چھ سات ہزار روپے ہوتا ہے۔ بہر حال کل پرسوں میں ڈاک میں دیکھ رہا تھا نظارت تعلیم کا مجھے خط آیا اور انہوں نے شکریہ ادا کیا تھا اور آج اتفاق سے آپ کی میٹنگ ہے تو میں بھی شکریہ ادا کر دوں کہ جو وعدہ آپ نے کیا تھا اس رقم کو پورا کرنے کی رقم ان کو پہنچ گئی ہے اور ان کی اطلاع مجھے آئی تھی، رپورٹ آئی تھی کہ جرمنی والوں نے وہ رقم دے دی ہے۔ بہر حال اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں کیونکہ شکر گزاری تو انسان کو ہر حالت میں کرنی چاہیئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں ایسوسی ایشن اگر اپنے ممبران سے مستقل رابطہ رکھے اور ممبران خود ایک جذبہ کے تحت اپنی اس درسگاہ کے تقدس کو سامنے رکھتے ہوئے اور اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنا حق ادا کرنے کی کوشش کریں تو احمدی بچوں کے لئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ بہت سارے لوگ یہاں ہیں اور اب یہاں آپ ایک یورو دیتے ہیں جو تقریباً سو روپے کے برابر ہے یا اس سے زیادہ ہوگا۔ لیکن اس سے وہاں جب خرچ کیا جا رہا ہوتا ہے تو ایک

غریب بچے کے لئے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ یہاں آپ کے بچے برگر کھاتے ہیں اور جب ساتھ ایک ٹن کوک کا پی لیتے ہیں تو کم از کم تین چار یورو خرچ کر لیتے ہیں۔ تو اگر ایک برگر اپنے بچے کا بچالیں اس کو احساس دلادیں، نوجوان ہیں، وہ دیکھ لیں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

امیر صاحب کو تو آپ پہ اور بھی زیادہ حسن ظنی تھی، ان کو میں نے کہا کہ حسن ظنی اچھی چیز ہے لیکن اتنی زیادہ بھی حسن ظنی نہ رکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ جو ایسوسی ایشن ہے اتنی امیر ہے کہ ہمیں سو بیوت سکیم میں ہر سال ایک بیت بنا کے دے سکتی ہے۔ بہر حال میں نے کہا فی الحال ان کو پاکستان کے بچوں کے جو وظیفے کی رقم انہوں نے وعدہ کیا ہوا ہے وہی پوری کر لیں تو غنیمت ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

اور جہاں تک ویب سائٹ کا تعلق ہے اس میں تو بڑا اچھا مواد ڈال رہے ہیں، لیکن ایک رسالہ بھی چھپنا چاہیئے، یو۔کے ایسوسی ایشن نے رسالہ کا اجراء کر دیا ہے اور اس میں بعض پرانے سٹوڈنٹس کے اچھے مضامین آتے ہیں۔ اس سے بھی دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس میں ایک صفحہ جرمن زبان میں رکھ دیں تو آپ کے جو نوجوان بچے یہاں ہیں ان کو بھی احساس ہو جائے گا کہ ایسوسی ایشن کیا چیز ہے اور ہمارے ماں باپ نے جس طرح تعلیم حاصل کی اور جس طرح کے حالات میں پھر یہاں آئے اور یہاں جس طرح ہمیں تعلیم حاصل کرنے کے مواقع مل رہے ہیں، آسانیاں ہیں، تو اس کے شکرانے کے طور پر ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیئے تو اس طرح آگے جاگ لگتی چلی جاتی ہے اور نیکیاں قائم رہتی ہیں تو یہ نیکیوں کی جاگ لگانا بھی ایسوسی ایشن کا کام ہونا چاہیئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

غیر از جماعت کی بھی انہوں نے مثال دی ہے اور میں بھی میں جانتا ہوں بہت سارے ہیں جو اس پرانے زمانہ کے غیر از جماعت تھے، اب چنیوٹ جو ہمارے ساتھ شہر ہے اور ربوہ کی اور احمدیوں کی دشمنی میں بڑھا ہوا شہر ہے، لیکن وہاں سے اس زمانہ مین جتنے اچھے لڑکے تھے ٹی آئی کالج میں پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے اور چنیوٹ کا جتنا اچھا Talent تھا یہیں سے پڑھا ہوا ہے اس میں ڈاکٹر بھی بنے ہیں انجنیئر بھی بنے ہیں، میرے بھی کلاس فیلو ہیں اور یہاں آکے ان کی سوچ بالکل اور ہوتی تھی۔ پڑھنے کے لئے روزانہ ربوہ آتے تھے، پانچ چھ سات گھنٹے جو کالج میں گزارتے تھے وہ یہ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ لوگ اس شہر کے رہنے والے ہیں جہاں احمدیوں کے متعلق مولویوں کے زیر اثر سوائے مغلظات کے اور کچھ نہیں کہا جاتا۔ ہمیشہ تعریف کرنے والے ادب کرنے والے احترام کرنے والے طلباء تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

بچوں کے لئے میں یہ بھی بتادوں کہ استاد کا جو مقام ہے وہ باپ کے برابر ہے۔ تو یہاں کے بچوں کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان سکولوں میں جو آپ پڑھ رہے ہیں تو اپنے اساتذہ کو یہی مقام آپ کو یہاں دینا چاہیئے اور اکثریت جہاں تک میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ سکولوں کے ہیڈ ٹیچرز سے اس ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں سے جرمنی میں بھی اور دوسرے ملکوں میں بھی میری بات ہوئی ہے ان کو یہ بڑا واضح فرق نظر آتا ہے کہ احمدی بچے دوسرے بچوں سے مختلف ہیں اور یہی اعلیٰ اخلاق ہیں جو ہم میں قائم رہنے چاہیئں۔ تو اس کی نگرانی بھی والدین کا کام ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

آپ میں سے بہت سارے ایسے ہیں جن کے اب بچے تو نہیں لیکن ان کے آگے بچوں کے بچے ایسے ہیں جو سکولوں میں جانے والے ہیں۔ جب تک زندگی ہے اپنی کوششیں ہمیں جاری رکھنی چاہیئں۔ 74ء سے پہلے ربوہ کا ماحول بڑا خوبصورت ماحول ہوتا تھا، پھر سکول Nationalize ہو گئے۔ اب کالج کا یہ حال ہے کہ ایک غیر احمدی استاد نے جو بطور سٹوڈنٹ وہاں پڑھتے رہے تھے لکھا کہ میں ٹی آئی کالج

کے سامنے سے گزر رہا تھا اور اس کی حالت دیکھ کر مجھے رونا آگیا کہ کیا وہ زمانہ تھا جب یہ درسگاہ سارے علاقے میں مشہور تھی، گیمز میں، پڑھائی میں اور ایک مقام رکھتی تھی اور آج وہاں اس کا کوئی پُرسان حال نہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

پس باہر سے آنے والے ربوہ شہر کے لئے یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی رونقوں کو دوبارہ قائم کرے، ان درسگاہوں کو دوبارہ وہ مقام ملے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک وقت تک تو اس وجہ سے کہیں گورنمنٹ کی پالیسی یہی رہی تو جو بھی ادارہ ہم بنائیں گے Nationalize ہو جائے۔ ادارے نہیں بنائے گئے۔ لیکن اب پچھلے پانچ چھ سال میں، لڑکیوں کے سکول، سیکنڈری سکول، بلکہ کالج، سیکنڈری کالج، ایف ایس سی تک کے بنائے گئے ہیں بلکہ اب Recently میں نے اجازت دی ہے اور ایک نیا منصوبہ شروع کیا ہے۔ جو جامعہ نصرت ہے اس میں تو اس حد تک بری حالت تھی کہ پڑھائی نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس لئے ہماری بچیاں بھی بی ایس سی کے مضامین کے لئے چنیوٹ جاتی تھیں۔ وہاں جانے سے بچانے کے لئے اب ہم نے جہاں ایف ایس سی کی سیکنڈری سکول کی کالج کی کلاسیں ہوتی تھیں، وہاں اب انشاء اللہ تعالیٰ ایک دو ہفتوں میں بی ایس سی کی ایوننگ کلاسیں شروع ہو جائیں گی اور ان کو وہ تعلیم چنیوٹ سے مہیا ہوتی تھی وہ تو ہوگی بلکہ اس سے بہتر ہوگی۔ تو اب سکول بھی بہت سارے کھل گئے ہیں نئے سکول کی عمارتیں بھی تعمیر ہوئی ہیں لیکن اب پڑھائی کے اخراجات اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ایک بہت بڑا بوجھ ہے جو پاکستان کی جماعت برداشت کر رہی ہے۔ اگر باہر کے لوگ بھی ان کی مدد کریں تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اور سائنس کے لیے خاص طور پر لیبارٹریز وغیرہ کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ جس پہ بڑے اخراجات ہوتے ہیں۔ تو بہت ضرورت ہے اس بات کی کہ آپ لوگ اپنی ایسوسی ایشن کو آرگنائز کر کے منصوبہ بندی کریں کہ کس حد تک آپ پاکستان کے غریب احمدی طلباء کی مدد کر سکتے ہیں جن کو پڑھائی کے حق سے ہی محروم کیا جا رہا ہے۔ بہت ساری جگہیں ایسی ہیں جہاں احمدی طلباء کو سکولوں سے نکالا گیا کہ تم احمدی ہو۔ تو ان کو بہر حال ربوہ لایا جاتا ہے وہاں سمونے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ ان کی پڑھائی ضائع نہ ہو

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا یہاں تک ہے کہ آپ سن کر حیران ہوں گے کہ سیکنڈری ایجوکیشن کا بورڈ جو ہے انہوں نے اس دفعہ میٹرک کے اور ایف ایس سی وغیرہ کے داخلہ فارم میں یہ خانہ درج کر دیا کہ یہ لکھو کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ آگے پھر نیچے Instruction تھی کہ جو احمدی لڑکے ہوں گے جو احمدی طلباء کے، لڑکوں یا لڑکیوں کے آئیں گے، ان کی مارکنگ کے لیے علیحدہ Examiner مقرر ہوں گے۔ یہ اس حد تک Discrimination ہے۔ تو اس لئے ہمیں مجبوراً ہمیں اب وہاں آغا خان بورڈ سے جو نیا شروع ہوا ہے کے ساتھ جماعت کے سارے اداروں کو رجسٹر کروانا پڑا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا یہ بھی میں آج آپکو بتادوں کہ سکول اور کالجز کا ء میں فیصلہ ہوا تھا کہ جتنے اداروں کے تنظیموں کے سکول قومیائے گئے ہیں، نیشنلائز ہوئے ہیں وہ واپس کر دیے جائیں گے۔ بشرطیکہ ایک ایک سال کی سٹاف کی تنخواہ جمع کرا دی جائے اور عیسائی سکولوں نے جمع کروائی، ان کو کچھ ملے۔ کچھ کراچی میں ہندو پارسیوں کے سکول تھے ان کو ملے۔ ہم نے بھی جمع کروائی، میں اس زمانہ میں ناظر تعلیم ہوتا تھا بڑی کوشش سے ہر جگہ جا کے خیر کسی طرح فنڈ اکٹھا کر کے کروڑوں میں رقم تھی وہ جمع کروائی اور جیسے کہ حکومت کی عادت ہے وہ بھی ہضم کر لی اور سکول بھی واپس نہیں ہوئے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا ہم اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح ہمارے ادارے واپس ہو جائیں تو ہم دوبارہ اس طرح ان کا وہ معیار بحال کرنے کی کوشش کریں جو کسی زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اب نئے سکول اور کالجز جو کھلے ہیں جیسا کہ چوہدری حمید صاحب نے بھی ذکر کیا ہے، بڑے اچھے Well Equipped فرنیچر وغیرہ کے

لحاظ سے بھی اور لیبارٹریز کے لحاظ سے بھی ہیں تو جہاں تک جماعت پاکستان کی کوشش ہے وہ بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے اداروں کو چلائیں اور احمدی بچوں کو سنبھالیں۔

اسی طرح احمدی طلباء جو مختلف شہروں میں پڑھ رہے ہیں، ان کے وظائف ہیں وہ بھی دیے جاتے ہیں تو بہر حال یہ تو جماعت کا فرض ہے چاہے یہاں سے مدد جائے یا نہ جائے یا کہیں کوئی اور کرے یا نہ کرے لیکن جو احمدی بچہ ہے اس کا ٹیلنٹ ضائع نہیں ہونا چاہیے اور اس کے لیے بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے فرمایا یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ وہاں ایسا ماحول پیدا کرے کہ احمدی بچوں کو جو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ہیں وہ آسانی سے ہمیشہ مہیا ہوتے چلے جائیں اور جو قانونی روکیں ہیں یا قانون کی آڑ میں جو ظالمانہ عمل ہیں حکومت اور انکے کارندوں کے یا سکول چلانے والی انتظامیہ کے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ دور فرمائے۔

چوہدری محمد علی صاحب کا ذکر ہوا جو بھی بزرگان پیغام بھیجنے والے تھے، ان میں بھی سب سے بڑی عمر کے، ماشاءاللہ چوہدری محمد علی صاحب ہیں اور وہ بھی اس وقت بڑے ایکٹو ہیں اس لحاظ سے کہ باوجود بیماری کے، سال میں مہینہ دو مہینہ ہسپتال میں بھی رہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا انگلش میں ترجمہ بڑی محنت سے کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزا بھی دے اور ان کی عمر و صحت میں برکت بھی ڈالے۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔ بس ان چند باتوں کے ساتھ میں یہاں اپنی باتیں ختم کرتا ہوں۔

آخر پر یہی کہوں گا میں، کہ اللہ تعالیٰ کرے یہ ایسوسی ایشن پہلے سے بڑھ کر فعال ہو اور اپنا کردار ادا کرنے کی طرف بھرپور توجہ دینے والی ہو۔ جزاک اللہ

خطاب کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز نے دعا کروائی۔

بعد ازاں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے بعض پرانے طلباء نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے اپنا منظوم کلام پیش کیا۔

ساڑھے دس بجے یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ جس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

...———...

ضروری اعلانات

- تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلباء کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنے اسماء مع کوائف (پتہ، فون نمبر، ای میل ایڈریس، کالج میں عرصہ تعلیم) سے سیکرٹری صاحب ایسوسی ایشن کو فوری طور پر بذریعہ فون یا ای میل اطلاع کر دیں۔ ان سے رابطہ کے نمبر اس گزٹ میں دوسری جگہ موجود ہیں۔
- آپ کے حلقہ احباب میں اگر کوئی اور سابق طالبِ علم تعلیم الاسلام کالج ہوں تو انہیں بھی یہ پیغام پہنچا دیں یا ان کے اسماء اور کوائف سے آپ سیکرٹری صاحب کو مطلع فرمادیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ سابق طلبہ کی لسٹ ہر لحاظ سے جلد از جلد مکمل ہو سکے۔

...———...

معاونین خاص کیلئے دعا کی درخواست

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں مستحق طلباء کے لئے ہر سال دس سکالرشپ بوساطت نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ پیش کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ الحمدللہ کہ ابھی تک باقاعدگی سے یہ عہد نبھانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سال یعنی سال ۲۰۱۱ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ناظر صاحب تعلیم کو ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی نے تین لاکھ روپیہ کی رقم اس مقصد کے لئے بھجوائی ہے۔ جن دوستوں نے اس فنڈ میں ایک سو یورو یا اس سے زائد ادائیگی اس سال میں کی ہے ان کے نام خاص دعا کے لئے حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تھے۔ احباب سے بھی گزارش ہے کہ ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی قبول فرماتے ہوئے ان کے جان و مال میں برکت ڈالے اور ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ ان کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مکرم داؤد احمد کاہلوں صاحب۔ باوجود اس کے کہ داؤد کاہلوں صاحب تعلیم الاسلام کالج کے طالب علم نہیں رہے یہ ہر سال باقاعدگی سے بغیر تقاضا دو سو یورو ادا کرتے ہیں۔

۲۔ مکرم داؤد احمد چیمہ صاحب نے آٹھ سو یورو ادا کئے۔

۳۔ مکرم میاں اعجاز احمد صاحب نے پانچ سو یورو ادا کئے۔

۴۔ مکرم حبیب اللہ طارق صاحب ہر سال دو سو یورو ادا کرتے ہیں

۵۔ مکرم سعید احمد ناز صاحب۔ 150,-- Euro

۶۔ مکرم شیخ منصور احمد صاحب۔ 140,-- Euro

۷۔ مکرم عبدالشکور بھٹی صاحب 100,-- Euro

۸۔ منور احمد باجوہ صاحب 100,-- Euro

۹۔ مکرم سید الیاس بشیر احمد صاحب۔ ہالینڈ 100,-- Euro

۱۰۔ مکرم انیس احمد صاحب منجانب دختر سائرہ مرحومہ 100,-- Euro

۱۱۔ مکرم چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب تعلیم الاسلام کالج کے طالب علم نہیں رہے۔ انہوں نے پچاس یورو اس فنڈ میں ادا کئے ہیں۔

۱۲۔ مکرم عبدالحنان ڈوگر صاحب۔ انہوں نے ہر سال ایک سکالرشپ پیش کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اگلے سال کے لئے تین سو یورو ادا بھی کر دیئے ہیں۔

میں ذاتی طور پر بھی ان تمام دوستوں کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میری معمولی سی توجہ دلانے پر فراخدلی سے رقوم ادا کیں۔ میرا گزشتہ سالوں کا تجربہ بتاتا ہے کہ آئندہ انشاء اللہ ایسے بہت سے دوست آگے آئیں گے جو حضرت خلیفۃ المسیح کی خواہش کی تعمیل میں کم از کم ایک طالب علم کے سال بھر کا مکمل خرچ اپنے ذمہ لیں گے اور ہماری یہ پیشکش تین لاکھ سالانہ سے بہت بڑھ جائے گی۔ اس وقت کالج کے ایک طالب علم کا ایک سال کا خرچ کوئی 300 Euro --, کے قریب بنتا ہے۔

(خاکسار حمید احمد چوہدری)

الوالعزمی کی عظیم داستان

مکرم محترم چوہدری محمد علی صاحب روایت کرتے ہیں کہ تقسیم ہند کے بعد جب قادیان سے ہجرت کرنا پڑی تو آتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ "آسمان کے نیچے پاکستان کی سرزمین میں جہاں بھی جگہ ملتی ہے لے لو اور کالج شروع کرو" حالانکہ پرنسپل حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ابھی قایان سے پاکستان تشریف بھی نہیں لائے تھے۔ حضور کے حکم کی تعمیل میں مکرم محترم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب۔ مکرم پروفیسر فیض الرحمان فیضی صاحب مرحوم نے بہت سے مقامات کا دورہ کیا جن میں لاہور۔ ایمن آباد۔ راولپنڈی۔ لائل پور۔ گوجرانوالہ اور سانگلاہل وغیرہ شامل تھے۔

پہلے ۶ نومبر ۱۹۴۷ کو ایف سی کالج کے عقب میں ڈاکٹر کھیم سنگھ گریوال کی کوٹھی میں کلاسیں شروع کر دی گئیں۔

مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۷ کو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب صدر کالج کمیٹی نے وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کو اطلاع دی کہ تعلیم الاسلام کالج کا سٹاف اور طلباء لاہور پہنچ چکے ہیں اور سائنس کی کلاسز کے لئے ایف سی کالج سے ان کی لیبارٹری استعمال کرنے کا معاہدہ کر لیا گیا ہے لہذا کالج کھولنے کی منظوری دی جائے جو دے دی گئی۔

مورخہ 3 دسمبر 1947 کو محکمہ بحالیات نے 37 کینال پارک لاہور کی ایک نہایت بوسیدہ عمارت جو ڈیری فارم یا اصطبل کے طور پر استعمال ہوتی رہی تھی عطاء کی اور اسی روز اس کا قبضہ لے لیا گیا۔ جگہ نہایت تنگ اور مختصر تھی۔ صفوں پر کلاسیں ہوتی تھیں۔ طلباء کی تعداد ساٹھ کے قریب تھی۔ ان کٹے پھٹے طلباء نے علم کے حصول کے لئے ہر قسم کی سختیاں اور مشکالات خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ وہ دن کے وقت جن صفوں پر بیٹھ کر اساتذہ کے لیکچر سنتے تھے رات کو انہی صفوں پر سو رہتے۔ نمازیں بھی اسی جگہ ادا کی جاتیں اور کھانا بھی یہیں کھایا جاتا۔ بعد ازیں کالج DAV کالج کی متروک عمارت میں منتقل ہو گیا۔ یہ بلڈنگ چونکہ مہاجر کیمپ کے طور پر استعمال ہوتی رہی تھی بہت توڑ پھوڑ کا شکار ہو چکی تھی اس لئے وقار عمل کے ذریعہ قابل استعمال بنایا گیا۔

قارئین غور کریں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کس قدر بلند عزم کے مالک تھے اور جماعت میں کیا روح پھونک دی تھی کہ نوجوان بھی اس قدر باہمت اور پر اعتماد ہو گئے تھے۔ یہی صفوں پر پڑھے ہوئے نوجوان پھر قوم کے معماروں میں شامل ہوئے۔

(ماخوذ از کتاب "ربوہ" مرتبہ چوہدری عبدالرشید آرکیٹیکٹ)

(حمید احمد چوہدری)

کالج کے طلباء اور اساتذہ سے
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا تاریخی خطاب

مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۶۵ کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے خلیفۃ المسیح الثالث کے منصب پر سرفراز ہونے کے چند ہی روز بعد کالج کے اساتذہ اور طلباء کی درخواست پر کالج ہال میں خطاب فرمایا جو المنار میں چھپا۔ المنار کے جنوری ۱۹۶۶ کے پرچہ سے حضور کا وہ محبت بھرا تاریخی خطاب ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(حمید احمد چوہدری)

فرمایا:

میرے بہت پیارے اور عزیز بچو اور میرے محترم ساتھیو!!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میرا خیال تھا کہ آج ایک غیر رسمی اجلاس میں میں اپنے بھائیوں اور بچوں سے ملاقات کروں گا لیکن اس وقت اس اجلاس کو باقاعدہ ایک فارمل اور رسمی اجلاس بنا دیا گیا ہے اور ایک ایڈریس بھی پیش کر دیا گیا ہے جس کے بعض حصوں کے متعلق میں پہلے ہی کچھ کہنے کو تھا۔ میں اس درسگاہ سے قبل مختلف دوروں سے گزرا ہوں۔ طالب علمی کے زمانہ میں پہلے میں نے قرآن کریم حفظ کیا اور پھر عربی تعلیم حاصل کی اور پھر دنیوی تعلیم حاصل کرنے کی کوشش کی۔ گورنمنٹ کالج میں پڑھا پھر انگلستان گیا اور آکسفورڈ میں بھی پڑھا۔

جب میرا تعلیمی زمانہ ختم ہوا اور میں انگلستان سے واپس آیا تو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجھے جامعہ احمدیہ میں بطور اُستاد کے لگا دیا۔ اس وقت مجھے عربی تعلیم چھوڑے تقریباً دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس لئے میرے دماغ نے کچھ عجیب سی کیفیت محسوس کی کیونکہ وہ علوم جو میرے دماغ میں اب تازہ نہیں رہے تھے وہی علوم مجھے پڑھانے پر مقرر کر دیا گیا۔ اور میں نے دل میں کہا اللہ خیر کرے اور مجھے توفیق دے کہ مین اپنی ذمہ داری کو صحیح طور پر نبھا سکوں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مجھے جامعہ احمدیہ کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کے پیار اور حسن کا عجیب تجربہ ہوا۔ وہ یہ کہ مولوی فاضل میں ایک پرانا فلسفہ پڑھایا جاتا رہا ہے۔ شاید اب بھی پڑھایا جاتا ہے۔ آج سے ہزاروں سال پہلے اس دنیا کے متعلق انسانی دماغ جس طرح سوچتا رہا ہے۔ وہی فکر وتدبر (بالفاظ دیگر فلسفہ) جن کتابوں میں درج کیا گیا ہے۔ وہی مولوی فاضل کے کورس میں شامل تھیں۔ اب دنیا بدل چکی حقیقتیں نئے رنگ میں ہمارے سامنے آگئیں اس لئے اس زمانہ کے انسانی دماغ کی سوچ ہمارے دماغ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن ان کو بطور حقائق کے پڑھایا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس پرچہ کو جامعہ میں مشکل ترین سمجھا جاتا تھا اور اکثر طلباء اس پرچہ میں فیل ہو جاتے تھے۔ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں بھی میں بڑا پریشان ہوتا تھا اور کڑھتا تھا کہ ایک چیز جو مشکل نہیں اسے مشکل ترین بنا دیا گیا ہے۔ کیونکہ آج آپ کسی بچے کو یہ کہیں کہ آسمان

ٹھوس نہیں اوران میں ستارے اس طرح ٹکے ہوئے ہیں جس طرح ایک دلہن کے دوپٹے پر سونے کے ستارے لگائے ہوتے ہیں تو اگرچہ کتابی علوم پراس بچے کو اتنا عبور نہ بھی ہو۔ لیکن جن ماحول میں وہ پیدا ہوا اور اس نے پرورش پائی اس کی وجہ سے اس بچے کا دماغ بھی ان باتوں کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

میں حیران ہوتا تھا کہ یہ ذرا سی مشکل ہے اور اس کے لئے تھوڑے سے زاویہ کو بدلنے کی ضرورت ہے مسئلہ حل ہو جاتا ہے کیوں استاد اس کی طرف توجہ نہیں کرتے چنانچہ جب میں پرنسپل بنا تو یہ پرچہ پڑہانے کا ذمہ میں نے خود لے لیا۔ ہمارے ایک بزرگ استاد تھے مولوی ارجمند خان صاحب۔ آپ میں سے بھی اکثر انہیں جانتے ہیں کیونکہ وہ بھی کام کرتے رہے ہیں انہوں نے بڑی محنت سے ان کلاسز سے نوٹ تیار کئے تھے۔ جنہیں ہمارے محترم بزرگ سیّد سرور شاہ صاحبؓ یہ علم پڑھایا کرتے تھے۔ خاں صاحب کا خیال یہ تھا کہ اگر کبھی موقع ملا تو وہ صحیح رنگ میں اس پرچہ کو پڑھایا کریں گے۔ جب انہیں یہ پتہ چلا کہ ایک نوجوان جو ان مضامین سے دس سال تک آؤٹ آف ٹچ (غیر متعلق) رہا ہے۔ اب ہمارا پرنسپل لگا دیا گیا ہے اور پھر یہ جو فلسفہ کا مشکل ترین پرچہ ہے اس نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے تو وہ کچھ گھبرائے۔ اور ایک دفعہ مجھے ملے تو کہنے لگے میاں صاحب! آپ نے کیا ظلم کیا ہے یہ پرچہ آپ کیسے پڑھائیں گے۔ میں نے اس علم کے متعلق بڑی محنت سے نوٹ تیار کئے ہیں۔ آپ یہ پرچہ مجھے دے دیں۔ میں نے کہا نہیں میں نے نیت کر لی ہے کہ یہ پرچہ میں خود ہی پڑھاؤں گا۔ باقی دیکھیں کہ اب اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے چنانچہ جب فلسفہ کا مضمون میں نے پڑھانا شروع کیا تو مجھے طلباء کو صرف یہ بات سمجھانے کے لئے کہ یہ مضمون آسان ترین مضمون ہے دو تین لیکچر دینے پڑے اور بتایا کہ یہ فلسفہ کا مضمون نہیں بلکہ تاریخ فلسفہ کا مضمون ہے جو آپ لوگ یہاں پڑھتے ہیں۔ اور آپ کو اس امر کے معلوم کرنے کی کوشش کی ضرورت نہیں کہ آسمان ٹھوس ہے یا نہیں بلکہ صرف اتنا سمجھنا ہے کہ انسانی دماغ پر ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ جس میں وہ ان باتوں کو صحیح تسلیم کرتا تھا۔ لیکن بعد میں جب سائنس اور دیگر علوم نے ترقی کی اور ساتھ ہی انڈسٹری نے بھی ترقی کی اور وہ دور بنیں جن تک پہلے کی تخیل کی رسائی نہ تھی بننے لگیں۔ اور انسان کو اس عالم کے متعلق نئے نئے انکشاف ہوئے تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ پرانے خیالات ان نئے علوم میں فٹ اِن (Fit in) نہیں کرتے لیکن پہلے زمانہ میں لوگ اسی طرح سوچا کرتے تھے۔ پس اس رنگ میں میں نے انہیں فلسفہ پڑھایا۔

اسی طرح منطق کے متعلق میں نے کہا کہ صرف اصطلاحیں ہیں اور کوئی چیز نہیں۔ اگر منطق واقعی اس طریق فکر کا نام ہے جس کے مطابق ہمارا دماغ کام کرتا ہے اور اصطلاحوں میں طریق بیان کا نام ہے تو ایک بچہ بھی اسی طرح سے سوچتا ہے۔ اگر بچہ کے سامنے چار چیزیں رکھی جائیں۔ خواہ وہ گنتی نہ جانتا ہو اور خواہ وہ زبان سے چار نہ کہہ سکے لیکن اس کی سمجھ اور عقل میں یہی ہوگا کہ یہ چار چیزیں ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ انہیں چار کی بجائے آٹھ سمجھنے لگ جائے۔

تو دن رات صبح و شام ہمارا دماغ ان طریقوں پر کام کرتا ہے صرف ہم نے کچھ اصطلاحیں بنالی ہیں اور اس علم کو منطق کا نام دے دیا ہے اس میں کوئی مشکل نہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ میری کلاس جب پہلی دفعہ یونیورسٹی میں گئی تو جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے سارے کے سارے طلبہ پاس ہوگئے۔ اس وقت مجھے اپنے رب کی قُدرتوں کا مزید یقین ہوا اور میں نے سمجھا کہ علوم کا سیکھنا اور سکھانا بہت حد تک اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے اور کمزور انسان ہونے کی حیثیت سے ہماری کوششوں میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کمی کو ہم اپنی دعاؤں سے پورا کر سکتے ہیں۔ یہ تجربہ 41-40 عرصہ سے اب

تک مجھے رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس کالج میں بھی سب سے کم لیکچر دینے والا میں ہی تھا۔ اگر دوسرے اساتذہ سو سو لیکچر دیتے تو میں چالیس پچاس سے زیادہ لیکچر نہ دے سکتا تھا۔ شاید کچھ اپنی غفلت کی وجہ سے اور کچھ اپنی دیگر ذمہ داریوں کی وجہ سے بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے حضور دعائیں کرنے کی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل رہا ہے کہ جو پرچہ بھی میں پڑھا رہا ہوں (اکنامکس اور پولیٹیکل سائنس) پڑھائے ہیں اس کے بڑے اچھے نتائج نکلتے رہے ہیں۔ ایک کلاس میری ایسی تھی کہ جس کے متعلق ایک دفعہ مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں نے کچھ حصّے ان کو صحیح رنگ میں نہیں پڑھائے اور اس میں طلبہ کمزور ہیں ۔ امتحان سے پندرہ بیس دن پہلے مجھے خیال آیا کہ ایک عنوان ایسا ہے کہ اگر میں اس کے متعلق ان کو نوٹ تیار کر کے دے دوں تو خدا کے فضل سے یہ طلبہ اچھا نتیجہ نکال لیں گے۔ چنانچہ میں نے ایک نوٹ تیار کیا اور کوشش کر کے میں نے خود طالب علموں کے پاس پہنچایا اور ان کو کہا کہ اس کو یاد کرلو۔ چنانچہ جب پرچہ آیا تو اس میں تین سوال ایسے تھے جو میرے اس نوٹ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور چونکہ وہ مختصر اور کمپری ہینسیو (مکمل) تھا اور تازہ تازہ ان کے ذہن میں تھا اس لیے میرا خیال ہے کہ اس سال نصف سے زیادہ طلبہ نے اس پرچہ میں فرسٹ ڈویژن حاصل کی اس طرح اللہ تعالیٰ نے فضل فرمادیا۔

پس میرا اپنے سارے زمانے میں یہ تجربہ رہا ہے کہ جب ہم اپنے رب کی طرف عاجزی اور انکساری کے ساتھ جھکتے ہیں تو وہ اپنے فضل اور رحم کی بارشیں ہم پر کرتا ہے۔ ہمارا خدا بخیل نہیں بلکہ بڑا دیالو خدا ہے اگر کبھی ہم کامیاب نہیں ہوتے تو اس کا سبب صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم بعض دفعہ لاپرواہی سے کام لیتے ہیں اور اس کی طرف جھکنے کی بجائے دوسرے دروازوں کو کھٹکھٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ دروازے کھولے نہیں جاتے تو اس زمانہ میں جب میں جامعہ میں تھا میں نے اپنا دل اور دماغ اس دروازے کو دے دیا تھا اور بڑی محنت سے اس کی نشو نما کی طرف توجہ کی تھی اور اس زمانہ میں جب میں نے حساب لگایا تو مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ پہلے اور دوسرے سال جتنے جامعہ احمدیہ کے واقفین زندگی تبلیغ اسلام کے میدان میں اترے اس سے پہلے پانچ یا سات سال کے طلبہ کی مجموعی تعداد بھی اتنی نہ تھی اور اس زمانہ کے بہت سے طالب علم ہیں جو اس وقت تبلیغی میدان میں کام کررہے ہیں۔

پھر ۱۹۴۴ء میں جب میں اپنی بیگم کی بیماری کی وجہ سے انکے علاج کے لئے دہلی گیا ہوا تھا اچانک ایک دن ڈاک میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط مجھے ملا کہ یہاں قادیان میں ایک کالج کھولنے کا فیصلہ ہوا ہے اور حضرت صاحب نے تمہیں اس کالج کا پرنسپل مقرر فرمایا ہے میں بڑا پریشان ہوا کہ پہلے جب میں عربی قریباً بھول چکا تھا مجھے جامعہ میں لگا دیا گیا اب جب میرا ذہن کلی طور پر اس چیز کی طرف متوجہ ہو چکا ہے تو مجھے وہاں سے ٹرانسفر کر کے ایک انگریزی ادارے کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ اس وقت ابھی صرف انٹر میڈیٹ کالج تھا۔ خیر خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس ذمہ داری کو بھی نبھانے کی توفیق دے اور ہماری کوششوں میں برکت ڈالے۔ ابتداء بالکل چھوٹے سے کام سے ہوئی۔ اس جماعت پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس میں جو ساتھی ملتے ہیں وہ بڑے پیار سے کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ گو بہت سے میرے طرح بالکل (RAW) خام تھے میں اس وجہ سے RAW تھا کہ اس میدان سے بالکل ہٹ چکا تھا اور اکثر ان میں سے وہ تھے جو ایم اے پاس کرتے ہی وہاں آگئے تھے انہیں کوئی تجربہ نہ تھا بلکہ صرف آپ کے Initiating پرنسپل میاں عطاء الرحمن صاحب ہی ہیں جنہیں کچھ تجربہ تھا باقی سب RAW ہی تھے ہم نے جو کوششیں کیں وہ تو کیں ہمارے جو وسائل تھے شاید آپ ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے ایک چھوٹی سی مثال ہے اس

کو واضح کر دیتا ہوں وہ یہ کہ ایک لمبے عرصہ تک پرنسپل کے دفتر کے سامنے چک بھی نہ تھی۔ دروازہ یونہی کھلا رہتا تھا۔ پھر ان چکوں کے حصول کے لئے محترم قاضی محمد اسلم صاحب کو سپیشل سفارش کرنی پڑی تب جا کر اس دفتر کو چکیں نصیب ہوئیں اور ایک حد تک اطمینان اور پرائیویسی جو کام کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے میسر آئی۔ پھر مالی لحاظ سے بھی خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ عجیب سلوک رہا ہے کہ میں نے کبھی نہیں سوچا اور نہ دیکھا اور نہ پتہ کیا کہ ہمارے کھاتوں میں کتنی رقم ہے۔ ہمیشہ یہ سوچا کہ جو خرچ آ پڑا ہے وہ ضروری ہے کہ نہیں۔ اور اس خرچ میں کوئی فضول خرچی تو نہیں۔ ناجائز حصہ تو نہیں۔ اگر جائز ضرورت ہوتی تو پھر یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم کرتے ہوئے اس جائز ضرورت کو پورا کرنے کی ذمہ داری لی ہوئی ہے۔ پھر جب سال گزر جاتا حساب کرتے تو ساری رقوم سے ایڈجسیٹ ہو جاتیں اور کبھی فکر یا تردد کرنا نہیں پڑا اور نہ یہ کالج جس میں آپ اس وقت بیٹھے ہیں کبھی نہ بنتا۔

جب میں نے اس کالج کا نقشہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور پیش کیا تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اتنا بڑا کالج بنانے کے لئے میرے پاس پیسے نہیں۔ میں تو ایک لاکھ روپیہ کالج کے لئے اور پچاس ہزار ہوسٹل کے لئے دے سکتا ہوں اور یہ نہیں کرنے دوں گا کہ کالج کی بنیادیں اس نقشہ کے مطابق بھر لو اور پھر میرے پاس آ جاؤ کہ جی! آپ کا دیا ہوا لاکھ روپیہ خرچ ہو گیا ہے۔ کالج کی صرف بنیادیں بھری گئی ہیں تکمیل کے لئے اور پیسے دو۔ پس انجینئر سے مشورہ کر کے اس نقشہ پر سرخ پنسل سے نشان لگواؤ کہ ایک لاکھ سے بلڈنگ کا اتنا حصہ بن جائے گا وہ میں نے تم سے بنا ہوا لے لینا ہے۔ میں نے اس وقت جرأت سے کام لیتے ہوئے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ٹھیک ہے۔ میں حضور سے پیسے مانگنے نہیں آیا نقشہ منظور کرانے آیا ہوں اس کے لئے حضور دعا فرماویں میں لکیریں لگوا کر لے آؤں گا۔ لیکن مجھے اجازت دی جائے کہ جماعت سے عطایا وصول کر سکوں۔ حضور نے فرمایا ٹھیک ہے عطایا وصول کرو لیکن وہ لکیریں ڈلوا کر لاؤ۔

میں نے نقشہ پر مشورہ کرنے کے بعد لکیریں ڈالیں پھر حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ تب حضور نے منظوری دی کہ کام شروع کر دو۔ لیکن اس کے بعد نہ مجھے یاد رہا کہ وہ لکیریں کس حصہ پر ڈالی گئی تھیں اور نہ حضورؓ کو یہ کہنے کی ضرورت پڑی کہ لکیریں کہیں اور ڈالی گئی تھیں اور کالج کا پھیلاؤ زیادہ ہو گیا ہے اور رقم کا مطالبہ کر رہے ہو۔

تو اللہ تعالیٰ ہر مرحلہ پر آگے بڑھنے کی توفیق دیتا چلا گیا۔ جب ہم ایک جگہ پہنچتے تو میں اپنے ساتھیوں کو جو تعمیر کا کام کر رہے تھے کہہ دیتا کہ اگلا کام شروع کرا دو جب وہ حصہ بن جاتا تو میں کہتا کہ اب اگلا حصہ بھی بنا لو۔ میں شاہد ہوں اس بات کا اور پورے یقین اور وثوق کے ساتھ آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ آج تک مجھے (جو خرچ کرنے والا تھا) پتہ نہیں کہ یہ رقم کہاں سے آئی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں سب آمد خزانہ میں جاتی ہے اور سب خرچ چیکوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن کبھی ہم نے اس کو سمیٹا نہیں۔ یہ کالج کی عمارت ہوسٹل اور دوسری جو بلڈنگیں ہیں وہ سب ملا کر ایک لاکھ مربع فٹ سے اوپر ہیں اور میرا رف اندازہ ہے کہ ان پر چھ اور سات لاکھ روپیہ کے درمیان خرچ آیا ہے بعض دفعہ اچھے پڑھے لکھے غیر از جماعت دوست آتے ہیں اور ان سے بات چیت ہوتی ہے تو وہ یقین نہیں کرتے کہ اتنی تھوڑی رقم میں اتنی بڑی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم ان سے کوئی چالاکی کر رہے ہیں۔۔ صحیح رقم بتانے کے لئے تیار نہیں۔

تو جہاں تک ضروریات اور اسباب کا سوال ہے اللہ تعالیٰ نے ۱۹۴۴ء سے ہی اس ادارے پر اپنا خاص فضل کیا ہے اور اپنی رحمتوں کے سائے میں اسے رکھا ہے وہ ہماری کمزوریوں کو اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ دیتا رہا ہے

اور نتائج محض اس کے فضل سے اچھے نکلتے ہیں میرے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا اور مجھے یقین ہے کہ میرے ساتھیوں کے دل میں بھی کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا ہو گا کہ یہ سب کچھ ہماری کوششوں کا نتیجہ ہے کیونکہ ہم اپنی کوششوں کو خوب جانتے ہیں اور ہم سے زیادہ ہمارا رب جانتا ہے جس ادارے پر اللہ تعالیٰ نے اس کثرت کے ساتھ اپنے فضل اور احسان کئے ہوں اس اداہ کی طرف منسوب ہونیوالے خواہ وہ پروفیسر ہوں یا طلبہ ،ان سب کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب کی حمد کرتے رہیں تا کہ اس کے فضلوں کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے جہاں تک میرے جذبات کا سوال ہے تو جو میرے جذبات پہلے جامعہ احمدیہ کے متعلق تھے وہی جذبات میرے دل میں اس ادارہ کے متعلق پیدا ہوئے اور میں نے اپنے دل کو اپنے دماغ کو اور اپنے جسم کو اس ادارہ کے لئے خدا کے حضور بطور وقف پیش کر دیا اور بڑی محبت اور پیار کے ساتھ اس کو چلانے کی کوشش کی اور ان طلباء کو جو یہاں تعلیم پاتے تھے میں نے اپنے بچوں سے زیادہ عزیز سمجھا۔بے شک میں نے جہاں تک سمجھا سختی بھی کی لیکن اس وقت سختی کی جب میں نے اسے اصلاح کا واحد ذریعہ پایا اور بعد میں مجھے اس دکھ کی وجہ سے راتوں کو جاگنا پڑا کہ کیونکہ میرے ایک بچے نے مجھے اس سختی کے لئے مجبور کر دیا حتی کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ کئی راتیں ہیں جو میں نے آپ کی خاطر جاگتے گزار دیں اور ہمیشہ ہی آپ کے لئے دعائیں کرتا رہا اور پھر میں نے اپنے رب کا پیار بھی محسوس کیا کیونکہ وہ اپنے فضل سے میری اکثر دعائیں قبول کرتا رہا اور کبھی کسی موقع پر بھی میرے دل میں ناکامی ،نا مرادی یا ناامیدی کا خیال تک پیدا نہیں ہوا۔اور نہ ہی ان دلوں میں پیدا ہونا چاہیے جنہوں نے اس کام کو کرنا ہے انہیں اپنی ذمہ داریوں کی ہمت سے نبھاتے چلے جانا چاہیے۔اسی طرح بچوں کے دل میں بھی ایسے خیال پیدا نہیں ہونے چاہئیں۔آپ کا اس پر کوئی خرچ نہیں آتا کہ آپ اپنے دلوں کو ایسا بنا لیں کہ وہ ہمیشہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع اور انابت کرنے والے ہوں پھر یا تو آپ کے لئے مشکلات پیدا ہی نہ ہوں گی یا اگر پیدا ہوں گی بھی تو آپ ان کو بڑی بشاشت کے ساتھ سہہ لیں گے اور وہ مصیبت جو دنیا کی نگاہ میں مصیبت ہو گی اور وہ مشکل جسے ہمارے اغیار مشکل سمجھ رہے ہوں گے وہ آپ کے لیے تکلیف دہ نہیں بنے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ خدا کے برگزیدہ انبیاء کو تکالیف کیوں پہنچتی ہیں۔فرمایا کہ تم ان سے پوچھو کہ کیا وہ ان تکالیف کو تکالیف سمجھتے بھی ہیں؟اگر وہ ان میں انتہائی روحانی لذّت اور سرور پاتے ہیں تو پھر تمہارا یہ حق نہیں کہ تم ان کو تکالیف ہی سمجھو۔یہ پاکباز لوگ ان ابتلاؤں کو جن کو تم تکلیف سمجھتے ہو راحت خیال کرتے ہیں۔

خدا کرے کہ میرے یہ ساتھی جن کے کندھوں پر اس ادارے کو چلانے کا بوجھ ڈالا گیا ہے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے ان کو نبھانے کی کوشش کریں اور ان کے دل میں بھی آپ کے لئے وہ پیار اور محبت پیدا ہو جائے جو قریباً بیس سال سے میرے دل میں رہا ہے۔اور خدا تعالیٰ انہیں توفیق دے کہ وہ اپنوں سے زیادہ آپ لوگوں کے لئے دعائیں کرنے والے ہوں اور پھر وہ ان کی دعاؤں میں برکت ڈالے اور اپنے فضل سے ان دعاؤں کو قبول کرے اور ہمیشہ آپ کے لئے ترقی کے دروازے کھلتے رہیں۔اس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی۔ آمین۔

برکات خلافت

ہمارے سروں پر خلافت کا سایہ
فلک سے ہے اترا یہ برکت کا سایہ

منور ہوئے پھر سے اکنافِ عالم
عدم کو روانہ ہے ظلمت کا سایہ

تو ظاہر ہوئے ریگزاروں میں گلشن
پڑا جب بھی نفرت پہ الفت کا سایہ

خلافت ہے نورِ الٰہی کا مظہر
خلافت ہے برحق رسالت کا سایہ

محافظ ہے فکر و عمل کے جہاں میں
خیالوں پہ اُسکی بصیرت کا سایہ

جو رہتے ہیں ہو کر خلافت کے خادِم
اترتا ہے ان پر سکینت کا سایہ

کسی کے تغافل سے غمگیں نہ ہوں گے
میّسر ہے جِن کو یہ شفقت کا سایہ

حسیں تر بناتا ہے سب خواب میرے
مرے دل پہ اِک خوبصورت کا سایہ

ہے جس کے مقابل دھنک بے حقیقت
ہے صد رنگ ایسا حقیقت کا سایہ

مقامِ تشکّر ہے یوسفؔ کہ ہم کو
خدا سے مِلا ہے یہ رحمت کا سایہ

(راجہ محمد یوسف خان - جرمنی)

ٹی آئی کالج اولڈ بوائے سٹوڈنٹ

ہیں اولڈ مگر خوب کہ ہیں اب بھی بوائے
کالج مرے ٹی۔ آئی تیری یاد ستائے

چمکے ہیں ستاروں کی طرح علم کے طالب
جو لوگ تری چھت کے تلے پڑھنے کو آئے

وہ خان نصیر اب بھی ہمیں یاد بہت آئے
پوشاک حسیں تن پہ جو آتے تھے سجائے

وہ صاحبِ عاطف کی طبیعت کی جولانی
الفاظ کے کوڑوں کی گرج بھول نہ پائے

ہم پر تھا کبھی ناصر احمد کا جو سایہ
اطہؔر اُسی ٹھنڈک کی مہک آج بھی آئے

محمد اسحاق اطہؔر

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کی خدمت میں تعلیم الاسلام اولڈ سٹوڈنٹس کی دعا

(مکرم چوہدری محمد شریف خالد صاحب نے یہ نظم حضور کی ہمارے درمیان آمد پر لکھی)

دل سے دیتے ہیں ہم سب دعا آپ کو
اپنے سائے میں رکھے خدا آپ کو

جب بھی مشکل میں ہو قافلہ آپ کا
تھام لے ساتھ مشکل کشا آپ کو

کوئی فرعون جو پیچھے لگے آپ کے
ہر سمندر بھی دے راستہ آپ کو

کوئی آ جائے دشمن قریب آپ کے
ڈھانپ لے کوئی غار حرا آپ کو

"ساتھ تیرے ہوں مسرور ہر کام میں"
آپ کے خود خدا نے کہا آپ کو

ساری دنیا میں جائیں جہاں بھی کہیں
لوگ ملتے رہیں باوفا آپ کو

آپ ہیں اور رہیں اس کے در کے گدا
خواہ وہ کہتا رہے بادشاہ آپ کو

آج قربان ہے اس پہ ہر احمدی
جو ملا ہے خدا سے حیا آپ کو

عمر لمبی ہو جتنی بھی ہو کام کی
کامیابی بھی ہو ہر عطا آپ کو

ہم جو ٹی آئی کالج کے ہیں نوجواں
کوئی ہم سے نہ پہنچے خطا آپ کو

ہم اشارے سمجھتے رہیں آپ کے
کوئی بھی نہ ہو ہم سے گلہ آپ کو

آپ کرتے رہیں ہم پہ نظر کرم
ہم بھی کہتے رہیں دلربا آپ کو

یاد جب بھی ستائے ہمیں آپ کی
یونہی لاتا رہے وہ سدا آپ کو

بند ہیں جو اسیران راہ خدا
دان کا ہے سب سے سوا آپ کو

دردرد ہی درد ہے ہر درد کی دوا
آپ کا درد میرا مرا آپ کو

مصطفےٰ کے عشق سے روشن کرو کعبۂ ذات

مصطفےٰ کے نور سے روشن ہے ساری کائنات
ہے اُسی کے دم سے جاری یہ نظام شش جہت

روشنی دیتا ہے یہ دل کو نگاہوں کو سرور
زندگی پاتی ہے ذکر پاک ہے اس کے ثبات

سینۂ احمد میں روشن تھا جمال مصطفےٰ
تھی اُسی کے نور سے پُر نور اُس کی کائنات

مہدیٔ آخرالزمان کی بھی یہی تعلیم ہے
مصطفےٰ کے عشق سے روشن کرو کعبۂ ذات

دل غنی ہوتا ہے تب دنیا کے ہر اک عیش سے
ہوتا ہے تسخیر جب نفسِ زنی کا سومنات

اہل دل کے پاؤں کی ٹھوکر میں ہیں یہ مرحلے
اہل ایمان کے لئے اک کھیل ہیں یہ حادثات

پھر ستم کی کربلا میں آئے گا کوئی حسین
پھر منوّر مضطرب ہے موج دریائے فرات

(منور احمد باجوہ)

نظم لئیق احمد عابد (اولڈ سٹوڈنٹ)

یہ جو ہر شخص نے خود اپنی تلاوت کی ہے
ساری برکت یہ میرے یار خِلافت کی ہے

تیرہ صدیوں میں نہیں کوئی بھی کر پایا تھا
قادیانی نے جو اِسلام کی خِدمت کی ہے

اُس نے سب پایا محمدؐ کی غلامی کے طُفیل
جِس نے مِنہاجِ نبوّت پہ خِلافت کی ہے

نور و محمود کو،ناصر کو جو طاہر کو مِلی
وہی مولا نے سپُرد آپ کے خِلعت کی ہے

تجھ کو دِل نقد دیا تجھ سے محبت کی ہے
ہم نے مسرور ترے ہاتھ پہ بیعت کی ہے

میرے ہونٹوں کی ہنسی اب نہ چُرا پاؤ گے
مجھ پہ مسرور نے کچھ ایسی عنایت کی ہے

فرش پہ سجدہ کیا عرش پہ پہنچی ہے نماز
دیکھو اِس شخص نے یہ کیسی عِبادت کی ہے

آؤ دربارِ خِلافت میں وفا پیش کرو
یہاں قیمت کوئی دولت کی نہ رنگت کی ہے

اپنے اعمال کو تقویٰ سے سجا کر لاؤ
میرے آقا نے یہی ہم کو نصیحت کی ہے

جِس کی چاہت ہمیں لے جائیگی تیرے در تک
اُس ترے چاہنے والے سے محبت کی ہے

اے خُدا حشر تلک وعدہ نباہتے رہنا
ہم نے تیری، تیرے مُرسل کی اِطاعت کی ہے

یہ نظر آتا ہے تم کو جو لہو رنگ شفق
سُرخی یہ احمدی کے خونِ شہادت کی ہے

سارے بُت توڑ دِئے شِرک سے نفرت کی ہے
تیرے عابِد نے فقط تیری عِبادت کی ہے

******

Editorial

T. I. College Old Students Association Germany is lucky in that our beloved Imam, Hazrat Khalifatul Masih V (ayyadahullah) has twice graced us with his presence in our annual get-together in the last six years of our existence and has encouraged and guided us in several ways. In our last annual meeting on 24th of September 2011, he said **"you are the pioneers and U.K., U.S.A. and Canada have followed you"**. At the same time he said that he had expected much more from us than what we have achieved so far. Referring to the size of the association, our **Hazur said we need to enlarge membership**. It is a pity that our membership is largely confined to Frankfurt area alone, whereas there are quite a number of old students in and around Hamburg and elsewhere in Germany.

Hazur repeated his **wish to associate our children with the association** and apprise them of the spirit of Talim-ul-Islam College, so that the moral, ethical and spiritual lessons we have learnt from that great alma mater is carried on from one generation to another. We cannot afford to ignore the wishes of Hazrat Khalifatul Masih in this or in any regard. It is the obligation of both children and the parents to heed the call of Khalifatul Masih.

Whereas Hazur appreciated the usefulness of T.I. College website and said it was serving a good purpose by boosting contacts among old students spread all over the word, and expressed satisfaction with its expansion and progress. **He suggested that we should start the college magazine "Al-Manar"** which should include some pages in German language so that our children should also benefit from what we are doing or planning to do.

When Talim-ul-Islam College, under the inspiring leadership of its founding Principal, Hazrat Sahibzada Mirza Nasir Ahmad, decided to start a college magazine, it was named "**The Young Economist"** and its first student editor was Dr. Abdul Karim, who later became one of the leading economists of the nation. Maulana Bashir Ahmad Rafiq, the Ex-Imam of London mosque and Prof. Chaudhry Hameedullah were also associated with it as student editors. After some years the Young Economist was renamed as Al-Manar and it was published in English and Urdu.

Now that we are reviving it, we need co-operation of many of our old students to maintain the standard it had established. I know many of us may not be able to write in German, but writing in Urdu and English should not be a problem. This first issue is being given out in a hurry and may not meet our own expectations, but if our friends wholeheartedly involve themselves with interest and dedication, it should gradually improve.

Last but not the least, Hazur reminded us that every organisation should have a purpose. One of our objectives has been and is to offer scholarships for deserving students in Pakistan as a token of our gratitude to the institution, its founders and its teachers who enabled us to be what we are. Six years ago we promised with Hazur to offer six scholarships annually through Nazarat Taleem, Sadar Anjuman Ahmaidyya. Whereas it is a matter of satisfaction that we have been able to fulfil that promise regularly so far, but considering the high cost of education and evering rising inflation in Pakistan we need to offer much more than what we promised in 2006. Hazur also emphasised the need to more in this regard. Alhamdo Lillah that Allah enabled us to double the amount this year and hope to at least triple it next year. To fulfil these aims many more of our old students will have to come forward with greater commitment. At present the number of such old students is rather limited. May Allah guide and help us. Amen.

Dr. Abdus Salam

Some Reminiscences

by

B.A. Rafiq

When I reached London in the early part of 1959 Dr. Abdus Salam lived in Putney, about a mile and a half from the Fazl Mosque. At that time he was serving as a Professor of Theoretical Physics at the Imperial College. I had had the opportunity to meet him whenever he visited the London Mosque. He occupied a very high position and I was a mere young Missionary. He would often invite Hadhrat Chaudhry Zafrulla Khan Sahib and some other friends for breakfast at his house. It was always an informal affair and I too would be invited on such occasions. Along with other admirers, I would also benefit from his discourse. Poetry, literature and current events would normally form subjects of discussion on such occasions. Doctor Sahib would be the sole and spirit in such assemblies. Later on, when Hadhrat Chaudhry Muhammad Zafrullah Khan Sahib settled in London permanently, Dr. Sahib would often invite him for breakfast at his house. He would also send invitation to me on such occasions.

Allah had blessed Dr. Sahib with an amazing brain conducive to conducting scientific research. Apart from that he also evinced a great deal of interest in Urdu and Persian poetry. He was a great admirer of 'Hafiz' the famous Persian poet, in particular. He had many of his verses, on the tip of his tongue which he would recite on appropriate occasions. He dearly loved 'Maulana Room' and had memorized many of his verses. He would also recite the verses of the Promised Masiha[a.s] during his discussions to illustrate his point of view. Doctor Salam adored Hadhrat Chaudhry Muhammad Zafrulla Khan and always consulted him, even about his personal and private matters. He would act in accordance with the advice tendered.

Shortly after my arrival in London his father, Hadhrat Chaudhry Muhammad Hussain, also came over to London. Naturally, Doctor Sahib was devoted to his esteemed father and held him in very high regard. Famous politicians and eminent scientists who came to meet him were

always introduced to his father. When it was arranged for Doctor Sahib to meet the Duke of Edinburgh he took his father along with him and introduced him to The Duke.

Once he came to the Mission House and said to me that his father was getting bored sitting alone in the house. He wondered if it would be in order for him to drop his father at the Mission House in the morning and collect him again in the evening on his way back from the college. He thought that in this way his father would remain involved and would have an opportunity to meet other Ahmadi friends.

I replied: “It would give me a great pleasure to have your father at the Mission House. In this way the Jamat will benefit from him in the field of Tarbiyyat.” Thereafter, Chaudhry Muhammad Hussain started visiting the Mission House every day. He would spend a lot of time with me in my office discussing various educational and Tarbiyyati matters. Once he asked me to pray that his son may be awarded the Nobel Prize. I said: “You yourself are an extremely pious person. Therefore, compared with me, your prayers will have a ready acceptance.” I promised to pray myself and I promised to request some others to pray for him. Some days later I saw a dream in which I heard somebody telling me: “Dr. Salam will surely be awarded the Nobel Prize. He is still very young whereas much older scientists are waiting in the queue. They will be awarded the prize first and then it will be Dr. Salam’s turn.”

The next day I related this dream to Chaudhry Muhammad Hussain. The following day when Dr. Salaam came to the Mission House to fetch his father he wanted to hear the dream from me directly; I recounted the dream to him. He said: “It is strange that a few days ago someone close to the Nobel Prize Committee said the same thing to me.”

Dr. Salam used to be among the first persons to reach the Mosque for Friday prayer and he normally sat in the front row immediately behind the Imam. While I delivered my sermon, Dr. Salam would make certain notes in his notebook.

One day, I said to him jokingly: “Perhaps you like my sermons so much that every now and then you take notes.” Doctor Sahib burst out in a spontaneous laughter and said: “The truth is that every now and then in my mind I receive an electrical impulse which is often brilliant and concerns some scientific issues. I make an immediate note so that in the future they would form the basis of my research. Unless I make a note of them immediately there is a danger of them being lost.”

This was his routine day and night. Even while he was eating, he would

suddenly open his notebook and write something in it. He would then resume the conversation in which he was engaged.

He was an ardent lover of Ahmadiyyat and had a great sense of honour for it. In 1974 when the Pakistan National Assembly unanimously resolved that Ahmadis were non-Muslims, Dr. Salam was the Chief Scientific Advisor to the Government of Pakistan holding the rank of a Minister. When he heard the terrible news, he came to the Mission House and showed Hadhrat Chaudhry Zafrulla Khan a letter of resignation that he took out of his pocket. He said: "How can I serve a government that has, exceeding all limits, taken an unjust and shameful decision?"

Dr. Salam was deeply shocked when General Zia promulgated the notorious ordinance prohibiting Ahmadis from carrying out Islamic injunctions. After a lapse of some time, I asked him if he had met General Zia ul Haq after the promulgation of the Ordinance. He said he had met him and told me in some detail what had transpired during that meeting. He said: "When I was at Trieste I received repeated calls from General Zia asking me to come and meet him. I made certain excuses but then I had to go on a visit to Pakistan. The General called me and I went to meet him in the President's House where many other scientists were already present. The General came out of his office, opened the door of my car, embraced me and took me along to his room where there were some others present. During our conversation, I expressed my disgust on the promulgation of the Ordinance. The General held my hand and invited me to move to another room so that we could talk in private. The Minister for Scientific Affairs also joined us. The General said; "The truth is that a delegation of some Ulema came to see me and told me that the Ahmadis had made certain interpolations in the Holy Quran. I was extremely hurt to hear this. They told me that because of these interpolations Ahmadis should be excluded from the fold of Islam."

I said to the General: 'A promise to protect the Holy Quran is present in the Quran itself where the Almighty, addressing the Holy Prophet said that He Himself would protect the Quran. Because of this Divine Promise how can an Ahmadi possibly make any interpolations in the Holy Quran?"

The General got up, walked to a bookshelf and picked up 'Tafseer-e-Sagheer'. He said; 'This contains the Urdu translation of the Holy Quran by Mirza Mahmmod Ahmad. In it the Ulema have marked those verses which have been interpolated by Jamaat Ahmadiyya. I will show you

some." He opened the 'Tafseere Sagheer', put his finger on a spot, which was already marked and said; 'Here you have made an interpolation.' I said; 'the verse has been produced in its entirety, where is the interpolation?' The General responded by saying: 'Look here, in this particular verse you are guilty of interpolation as you have translated the verse containing the words 'Khatam un Nabiyyeen' as 'Seal of Prophets' instead of 'The Last Prophet'. We cannot possibly bear this." I said; 'The word Khatam used in the Quran is neither a Punjabi word nor an English word and in the Arabic language it means a 'seal'. I do not wish to be involved in an argument. Do you have a translation by some other scholars?' The General rose and brought a copy of the Holy Quran with translation by Allama Asad, which had been published from Mecca. I opened the Quran and found that the word 'Khatam un Nabiyyeen' had been translated in it as 'Seal of Prophets'. The General seemed flabbergasted. I said; 'General! Allama Asad was not an Ahmadi and his translation has been published by the Saudi Government. Would you then hold the Saudi Government guilty of interpolation?' The General responded by saying; "I am only an illiterate General and whatever the scholars told me I accepted it as the truth." I said; 'You are not just a General but the President of a country and as such it is your responsibility to protect the rights of all sections of the citizens. Here in Islamabad itself the Jamaat Ahmadiyya has stationed a Missionary. Many members of the Jamaat also live here. Was it not your responsibility to send for some Ahmadi scholars and satisfy yourself? Should you not have heard both sides before taking a decision?' On this, the General read 'Kalima Shahadah' aloud and invited me to do the same. In a loud voice I read the 'Kalima Shahadah'. Then the General said; 'Salam, I swear by God that I regard you a better Muslim than myself but what could I do when I was pushed into a corner by the Ulema?' Then he switched over to another subject."

Dr. Salam was wholly and utterly devoted to Pakistan and loved his country. When I obtained my British passport, I suggested to him at the breakfast table that he should also apply for British nationality and get a British passport, as on a British passport he would find traveling in foreign countries a lot easier. I offered to bring the application form for a British passport across for him. He remained quiet for a while and then said: "I will never abandon my Pakistan nationality. I am hopeful that before long I will be awarded the Nobel Prize and on my account I

would hate to see a country other than Pakistan to be recipient of that honour. I am a Pakistani and I will always remain a Pakistani even though I may have problems in my travels." Therefore, throughout his life, he remained a Pakistani and died a Pakistani.

He was deeply devoted to his parents. When his father passed away, he was extremely grief stricken and confined himself to his house. A few days later, I heard from his wife, that he had taken the event to heart and could not devote his mind to any other subject. She said: "Kindly ask Hadhrat Chaudhry Sahib to visit and console him." When I mentioned this to Chaudhry Sahib, he visited Dr. Salaam who was sunk in an inconsolable grief. Hadhrat Chaudhry Sahib made an effort to console him and said: "Grief beyond a certain degree is liable to become*shirk* (idolatry)."

He cited his own example and said that although he was an ardent lover of his own mother, on her demise he patiently became reconciled and submitted to the Will of Allah. After talking to him for a while, he held Dr. Salaam in a long embrace. Dr. Salaam broke down and wept bitterly. That was how he lightened the burden of his grief. Both his parents were 'saintly personages' and were recipient of visions and true dreams. They were prayerful. They dearly loved God's creation and came to the assistance of the poor.

Mrs Abdus Salaam served as Sadar (President) of Lajna Imaillah UK for a long period. Throughout the period when I was the Imam and Missionary in charge in the UK, I received complete co-operation from her. She always remained engaged in service to the community. She also remained engaged in taking care of and showing hospitality towards the guest of her husband.

...———...

Farewell

Oh place of honour, dignity and grace,
The years with you my mind does trace,
When I was just a wandering chap,
You brought me up in your loving lap.

Two precious years with you did I spend,
Which brought in my life a beautiful bend,
I love thy habitant, thy walls, thy bowers,
May ever bloom thy beautiful flowers.

My regards to those, who taught me well,
In solemn peace may you always dwell,
Farewell my friends, farewell my foe,
Forgive my eminence if any I owe.

You may always pick the highest stars
Of success, and fly beyond the Mars,
Farewell, farewell, now I depart,
With pensive mood and heavy heart.

(Tahir Arif, old student)

Historical First Convocation of College in 1950

Graduates with Hazrat Khalifatul Masih II (Raziallah taala)

College staff with Hazrat Khalifatul Masih Sani (Raziullah Talla)

Principal Hazrat Sahibzada Mirza Nasir Ahmad and staff of the college
with Hazrat Khalifatul Masih II (Raziallah taala)

Convocation 1961, Staff with Prof. Siraj Din Vice Chancellor Punjab University

Principal Hazrat Sahibzada Mirza Nasir Ahmad and staff of the college
with Prof. Siraj Din after the convocation in 1961

Principal Prof. Qazi M. Aslam and Staff with Hazrat Khalifatul Masieh III in 1967

T.I. College Staff in 1967 with Principal Qazi Mohammad Aslam and Hazrat Khalifatul Masih III.

Graduates 1969

Graduate of 1969 with Principal Qazi Mohammad Aslam and Hazrat Saibzada Mirza Mansoor Ahmad Sahib, who was the guest of honour at the convocation

Graduates 1964

Graduates of 1964 with Hazrat Sahibzada Mirza Nasir Ahmad,Principal.
These include first graduates of M. A. Arabic

Association Members with Hazrat Khalifatul Masih V

Member of T.I. College Old Students Association
with Hazrat Khalifatul Masih V in after annual dinner in 2006

The opening of the T.I. College Old Students Association

. Prof. Chaudhry Hameedullah Sahib was asked by Hazrat Khalifatul Masih V
to represent him at the opening ceremony ib 2003.

Hostel 1948-49

Residents of Fazal-e-Omar hostel, T.I. College, Lahore with Principal, Hazrat Sahibzada Mirza Nasir Ahmad, Warden Prof. Chaudhry Mohammad Ali and Prof. Sufi Basharat-ur-Rahman

Al-Manar Editorial Board 1964-65

Prof. Mahboob Alam Khalid, Atul Mujeed Rashad (Editor Urdu Section, Hazrat Sahibzada Mirza Nasir Ahmad (Principal), Rifatullah Khan (Editor Urdu Section, Prof. Hamid Ahmad Chaudhry

GERMAN SECTION

Ansprache von Hazrat Khalifatul Masih V (atba) anlässlich der jährlichen TI College Old Students Zusammenkunft am 24.09.2011:

(deutsche Übersetzung - Omar Mahmood Mirza)

Seit geraumer Zeit, damit meine ich seitdem dieser Verein gegründet wurde, werde ich während meiner Besuche in Deutschland von Herrn Irfan Khan Sahib, von Herrn Chaudhry Sahib, immer wieder aufgesucht, um an diesen Zusammenkünften teilzunehmen, doch diverse Beschäftigungen haben mich die vergangen Male davon abgehalten. Letztlich konnten beide mich heute für diese Veranstaltung gewinnen, zumal dieser Besuch ein längerer ist und ich anderweitig etwas weniger beschäftigt bin.

Die Gründung des Vereins liegt nun 6 Jahre zurück. Um es mit einem menschlichen Leben in Vergleich zu setzen, ist dieser Verein nun aus der frühen Kindheit in den Beginn der Adoleszenz eingetreten. Jedoch wird eben diese Adoleszenz getragen von jenen, deren Barthaar schon längst grau geworden ist. Und gerade deshalb sollte ihre Erfahrung nicht der eines Jugendlichen gleichen, vielmehr hätte man in den vergangenen 6 Jahren Signifikanteres erreichen müssen, als es tatsächlich der Fall ist. Man kann es so sehen, dass dieser Verein ein Andenken an die Jugend oder ein Durchleben der Jugend im Alter ist und durch Allahs Gnade kann ich sagen, dass unter den Anwesenden – Herr Anwari Sahib, der wahrscheinlich auch Student (dieser Institution) gewesen und wohlmöglich das älteste Mitglied hier ist, ist durch Allahs Gnade geistig noch äußerst rege – es niemanden gibt, der zu den Menschen zählt, die im Koran als jene beschrieben werden, die ein Alter erreicht haben, in welchem man beginnt, einem Säugling zu gleichen. Nichtsdestotrotz gibt es einige Ziele, wie eben im jährlichen Bericht zu hören, Versprechen oder der Enthusiasmus, dies alles ist nicht genügend umgesetzt worden. Der Schirmherr, der Präsident oder der Vorstand allein können diesen Vorstellungen nicht nachkommen, solange nicht in jedem einzelnen Mitglied dieser Wille und diese Hingabe vorhanden ist.

Taleemul Islam College ist eine Institution gewesen, solange sie sich unter der Leitung der Jamaat befand und vor allem zu Zeiten der Direktion von Hz Khalifatul-Masih III (Ra), die uns sogar mehr formte als eine fürsorgliche Mutter ihr Kind. Eine solche Institution verdient es, wenn man in ihrem Namen einen Verein gründet, dass man ihrem Namen in jeder Weise

gerecht wird. Herr Irfan Khan Sahib hat mir mitgeteilt, dass nicht mal alle Studenten des Colleges Mitglied des Vereins sind und diejenigen, die Mitglied sind, nicht aktiv sind. Ihr seid die Pioniere in der Gründung eines solchen Vereins und nach eurem Vorbild ist auch in London ein solcher Verein entstanden. Entstanden und dann innerhalb der ersten 2 Jahre wieder aufgelöst. Doch in den letzten 2 Jahren haben sie wieder Motivation geschöpft und einige erstaunliche Ziele erreicht. Ebenso wurde auch in Amerika ein Verein gegründet und in Kanada, ebenfalls und alle nach eurem Vorbild.

Die Erwartungen, die der Vorstand an die Mitglieder hat, sollten nach bestem Vermögen erfüllt werden. Nur so können wir der Berufung dieses Vereins gerecht werden.
Wenn aber der Sinn darin liegt, sich jährlich zu treffen und Geld für ein Abendessen einzusammeln, Geschichten zu erzählen und Gedichte aufzusagen und mehr nicht, dann sehe ich hierin keinen Nutzen. Nutzen haben wir nur dann, wenn diese Gemeinschaft einem höheren Ziel dient. Anfangs habe ich auch diese Tendenz wahrgenommen, dass dieser Verein in Zukunft hohe Beiträge leisten und gut organisiert einen bleibenden Eindruck hinterlassen wird. Eindrücke bei den Kindern, die dann sehen, wie achtungsvoll wir den Traditionen und Persönlichkeiten unseres Colleges gedenken, welches uns wie eine Mutter aufzog. Was sind beispielsweise unsere Pflichten? Herr Irfan Khan Sahib hat in seinem Bericht erwähnt, dass den Mitgliedern ans Herz gelegt wurde, ihre Kinder zu diesen Veranstaltungen mitzubringen. Wenn ich mich umschaue, so habe ich den Eindruck, dass die Anzahl Kinder im Vergleich zu denen der alten Studenten überwiegt. Um auch weiterhin dieses Interesse beizubehalten, sollten Programme stattfinden, die dem Wunsch dieser Jugendlichen entsprechen, damit auch diese lernen, in die Fußstapfen der Älteren zu treten.

Herr Chaudhry Hameed Sahib und Herr Irfan Khan Sahib, beide haben erwähnt, dass dieser Verein es sich zur jährlichen Aufgabe gemacht hat, 10 Stipendien in Pakistan zu vergeben. Weil man im Ausland lebt, nimmt man manchmal nicht wahr, was sich in der alten Heimat abspielt, dass sich die Studiengebühren in den vergangen Jahren verdoppelt haben. Selbst in diesen Ländern sieht man, dass die Inflationsrate drastisch zugenommen hat, wie muss es dann den ärmeren Ländern ergehen, vor allem solchen Ländern wie Pakistan, wo sich Politiker es zur Aufgabe gemacht haben, ihre eigenen Taschen zu füllen, Staatsgelder zu veruntreuen und dem Volk keine Beachtung zu schenken. Die wirtschaftliche Lage dieser Länder ist verheerend. Ein Grundschulkind, dessen Schulgebühr vor 6-7 Jahren noch bei ca. 500,- PKR lag, benötigt heute 6000,- bis 7000,- PKR. Dennoch sind die Empfänger ihres Stipendiums in jeder Hinsicht dankbar, dies teilten Sie mir vor kurzem erst per Brief mit. Die Summen, die

Sie versprochen haben, sind bei den Schülern angekommen. Und ich bin Ihnen dafür ebenfalls dankbar, denn dankbar sollte man in jedem Fall sein. An dieser Stelle merke ich aber noch an, gedenken Sie ihrer Zeit am College und nutzen Sie die Hingabe, die sie für diese Institution verspürten, um auch in Zukunft mit Begeisterung den Ahmadi Kindern in Pakistan Großes zu ermöglichen. 1,-€, den sie hier ausgeben, entspricht etwas mehr als 100 ,- PKR. Diese 100,- PKR werden vom Kind in Pakistan als ein viel größerer Segen wahrgenommen, als 1,- € hier in Deutschland. Hier geben die Kinder mit Leichtigkeit Euros aus für Hamburger und Getränke etc. Wenn sie ihrem Kind weismachen, welch große Bedeutung dieser eine Euro für ein Kind in Pakistan hat, wird es irgendwann von selbst auf den einen oder anderen Hamburger verzichten und in dieser Sache spenden.
Mit diesen kleinen Summen erreicht man letztlich hohe.

Amir Shahib Germany hatte noch größere Erwartungen und Vorstellungen an und über diesen Verein. Er erhoffte sich, dass dieser Verein jährlich die Kosten zum Erbauen einer neuen Moschee tragen könnte. Ich habe ihn aber des Rechten belehrt und mitgeteilt, dass dieser Verein erst mal nur die Kosten der 10 Stipendiaten tragen kann und wird. Ihre Website ist gefüllt mit vielen interessanten Aufnahmen aus der Vergangenheit, doch nehmen Sie sich ein Beispiel an dem Verein in Großbritannien, welcher bereits eine Vereinszeitung herausbringt mit interessanten Artikeln über alte Studenten. So wird zusätzlich Interesse geweckt und vor allem, wenn man einige Artikel auf Deutsch druckt, erfreuen sich die Jugendlichen daran, es zu lesen, wie ihre Eltern einst unterrichtet wurden. Unter welchen Umständen sie aufgewachsen sind und mit welchen Problemen sie zu kämpfen hatten, um die alles zu erreichen. Wie sie der vergangenen Zeit gedenken, ihre ehemaligen Professoren ehren und ihnen Respekt zollen, durch solche Vorbilder gedeihen auch in Zukunft gute Taten. Es wurde auch von den Schülern erzählt, die nicht der Jamaat angehörten und in dieser Institution studiert haben. Aus dem Nachbardorf Chiniot, dessen Einwohner große Gegner der Jamaat sind, kamen damals die besten Schüler, um am TI College zu studieren. Die Talentierten von Chiniot studierten am TI College und viele wurden später Ärzte oder Ingenieure, einige waren sogar mit mir in einer Klasse. Sie verbrachten täglich 6-7 Stunden am College und man konnte ihnen nicht anmerken, dass sie aus einem Dorf stammten, das nur Beschimpfungen und Verunglimpfungen für die Jamaat übrig hatte. Im Gegenteil, sie ehrten und respektierten die Jamaat und ihre Institutionen, sie waren höflich zu den Kommilitonen und Professoren. An dieser Stelle sollte ich für die anwesenden Kinder erwähnen, dass ein Lehrer den Rang eines Vaters hat, hierzulande sollten sich die Kinder dies immer vor Augen halten. Ich erfahre während meiner Besuche auch, dass sich viele unserer Kinder

hier vorbildlich verhalten und die Lehrer und Direktoren davon Notiz nehmen. Dennoch sollte jeder Ahmadi weiterhin aktiv an sich arbeiten, um sich von anderen zu unterscheiden. Eben diese hohen moralischen Eigenschaften sind es, die sich stets in unserem Handeln widerspiegeln sollten. Für die Aneignung dieser Eigenschaften sind in erster Linie die Eltern zuständig. Viele von ihnen haben Kinder, deren Kinder wohl schon an der Reihe sind, zur Schule zu gehen. Erziehen sie auch diese, solange sie die Möglichkeit dazu haben. Vor dem Jahr 1974 herrschte noch eine sehr schöne Atmosphäre in Rabwah. Dann wurden die Schulen verstaatlicht. Mittlerweile befindet sich das College in einem Zustand, welches ein ehemaliger Student, ein Nicht-Ahmadi, wie folgt beschreibt „Beim Anblick des Colleges kamen mir die Tränen. Dies war unser College, das einst so berühmt für das Maß an Sportaktivitäten, für Bildung vom höchstem Niveau war. Es war verwahrlost“. Beten Sie deshalb, das Allah diese schöne Zeit wieder herbeiführt, dass das College wieder einen Rang und Namen hat. Lange haben wir keine Institution gegründet mit der Befürchtung dass sie verstaatlicht und somit verwahrlosen wird. Doch in den letzten Jahren haben wir begonnen, neue Schulen zu gründen, für Jungen und Mädchen. Und auch weiterführende Schulen haben wir eingerichtet, damit unsere Kinder nicht in das Nachbardorf Chiniot fahren müssen. Die Ausgaben, die durch die Gründung solcher Einrichtungen entstehen, sind immens und deswegen ist es von großem Nutzen, wenn sich Menschen von außerhalb zusammenschließen, um diesem Zweck zu dienen.

Beten Sie für die Persönlichkeiten, die aus verschiedenen Nationen ihre Empfindungen zu diesem Anlass uns haben zukommen lassen. Und beten Sie, dass dieser Verein sich in Zukunft zum gut organisierten und fortschreitenden Bund entwickelt.“

Taleem ul Islam College Old Students Association

December-2011

Al-Manar Germany

Ph. No. 069-547995 almnargermany@hotmail.com

ENGLISH& GERMAN SECTION

Nigran:

Prof. Hamid Ahmad Choudhry.

Editorial Board:

Irfan Ahmad Khan

Syed Muhammad Ahmad Gardaizi

Mubashar Ahmad Kahloon

almnargermany@hotmail.com

Table of Contents

1	Editorial	1
2	Dr. Abdus Salam	2
3	Poem-Farewell	7
4	Pictures	8
German Section		
6	Ansprache von Hazrat Khalifatul Masih V (atba)	13
Urdu Section		

DESIGNING
COMPUTER SECTION
TAHRIK-E-JADID, RAHWAH

Announcement

New Office Bearers 2012

The general meeting of T.I. College Old Students Association Germany held on the 11th of December 2011in Baitus-Sabuh Frankfurt elected the following office bearers for the next term of three years, starting 1st of January 2012

President: Professor Choudhry Hameed Ahmad
Secretary : Mr. Choudhry Anees Ahmad
Secretary Mall: Mr. Munawar Ahmad Bajwah
Secretary Ziafat: Mr. Saeed Ahmad Naz
Secretary Tajneed: Mr. Abdul Hannan Dogar
Secretary Ashaat: Mr. Hameed Ahmad Khalid

In addition, the following were elected as members of the Advisory Committee:

Mr. Daud Ahmad Cheema
Mr. Abdul Shakoor Bhatti
Mr. Sheikh Mansoor Ahmad
Mr. Irfan Ahmad Khan
Mr. Mohammad Aqil Khan

I wish the newly elected Committee success in all future assignments of TICOSA

Wasslam,
Irfan Ahmad Khan
President TIC-Old Students Association
Germany

Taleem ul Islam College Old Students Association

Al-Manar

Germany

December 2011